3

بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۶۴

شمارہ نمبر ۱۰

اکتوبر ۲۰۲۰ء

October 2020

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان : ۳۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۴۰/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۳۰/روپے

لائف ٹائم خریداری : ۸۰۰۰/روپے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ڈرافٹ پیر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان

۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)

37 Gwynne Road Lucknow

Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ..... مدیر 5
- حدیث کی روشنی میں ..... امۃ اللہ تسنیم 6
- فسادات کا سبق ..... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 8
- پھر بھی ہم مسلمان ہیں؟ ..... عائشہ محمد عابد ندوی، جدہ 12
- اسلام نے عورت کو عزت دی ..... حاجی محمد لطیف 17
- اعتدال ہی پسندیدہ راہ ..... ڈاکٹر مفتی محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی 18
- کاش میں بے گناہ ثابت نہ ہوتا! ..... ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی 21
- صحبتِ صالح ..... مولانا نسیم اختر شاہ قیصر 23
- انسانیت کیلئے مشعل راہ ..... ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی 25
- کیا یہ "مسلم مکت بھارت" کی تیاری ہے! ..... فداء المصطفیٰ قادری مصباحی، کرناٹک 28
- رفیق سفر ..... شکیل احمد 30
- ہمارے جسم وجاں کا مالک کون ہے؟ ..... مفتی منیب الرحمٰن 31
- کورونا وائرس بیماری ہے یا عذاب الٰہی ہے! ..... جاوید اختر بھارتی 34
- سوال وجواب ..... مفتی راشد حسین ندوی 37
- دنیا کا مشہور گلوکار کیسے بدل گیا؟ ..... ادارہ 38
- آخری صفحہ ..... مولانا قمر الزماں ندوی 41-42

اپنی بہنوں سے

مدیر

اسلام جوانسانی حقوق کا علمبردار ہے اور ظلم وستم کا سخت مخالف ہے اور وہ دنیا میں ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو محبت، ہمدردی، غمگساری پر مشتمل ہو جس میں ہر شخص اطمینان، سکون اور عافیت کے ساتھ زندگی گزارے اور ایک دوسرے کا خیال رکھے، ضرورت پڑنے پر مدد کرے اور ایک دوسرے کی تکلیف کو محسوس کرے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ آج وہ لوگ اسلام پر انسانی حقوق کا مخالف ہونے کا الزام لگا رہے ہیں جن کا معاشرہ ظلم وستم، لوٹ کھسوٹ، حق تلفی اور ہر قسم کی غیر انسانی حرکتوں پر ہی مشتمل ہے ان کے نزدیک حقوق انسانی کا مطلب ہے ہر قسم کی آزادی، ڈاکہ زنی، چوری، کم تولنا، دھوکے سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانا، قتل وغارت گری، عورتوں کی آبروریزی، تعلیم وثقافت کے نام پر ہر قسم کی بے راہ روی، جائز اور ناجائز کی تفریق ختم کر دینا، جو جی چاہے وہ کرنا، خلاف فطرت اعمال میں مبتلا ہونا۔

آج مغربی ممالک اور جو ملک مغربی تہذیب وثقافت پر عمل کر رہے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ آبرو، مال ودولت کی حفاظت کرنا ممکن ہی نہیں، جرم کرنا غلط نہیں سمجھا جاتا، جرم کرنے پر سزا دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے قاتل کو سزا دینا بے رحمی ہے عام انسان قتل کر دیا جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، کسی عورت کو بے آبرو کرنا عین تہذیب وثقافت سمجھی جاتی ہے اور آبرو کے دشمن کو سزا دینا دقیانوسی بات ہے، غریبوں کا خون چوس کر دولت جمع کرنا ہنر کی بات سمجھی جاتی ہے۔

عورتیں اگر باعصمت رہیں، پردہ میں رہیں، اپنے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کریں، اپنے جسم کو غیر مردوں اور عصمت وحیا کے لٹیروں سے محفوظ رکھیں تو یہ جہالت کی باتیں ہیں اور اسلام کا ظلم ہے جو وہ عورتوں پر ڈھا رہا ہے آج امریکہ پوری طاقت سے اسلام اور اسلامی تہذیب اور معاشرت کے خلاف مہم چلا رہا ہے، افغانستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جہاں اسلام کی ہدایات پر عمل ہو رہا ہے امریکی پریس اور حکومت وپارلیمنٹ کے ممبران کھلی گالیاں بک رہے ہیں ان کے دلوں کے اندر اسلام اور اسلامی شریعت سے جو دشمنی بھری ہوئی ہے یہ اس کا اظہار ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مغربی ممالک اور خاص کر امریکہ سے حیا وعصمت کا جنازہ نکل چکا ہے یہ ممالک آبرو باختہ ماؤں اور غیر شادی شدہ ماؤں سے بھر گئے ہیں اور ان کی پوری نسل ایسی ہوگئی ہے جس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ناک کٹی لومڑی کی طرح یہ چاہتے ہیں جیسے ان کی ناک کٹ گئی ہے سب کی ناک کٹ جائے اور مسلمانوں کا حیا، عصمت وعفت اور پاکبازی والا معاشرہ بھی گندگی، غلاظت، بے شرمی، بے حیائی میں آلودہ ہو کر اپنی اسلامی حمیت اور خدا شناسی سے محروم ہو جائے اور اسلام کا دامن چھوڑ کر شیطان لعین کے پنجہ میں گرفتار ہو جائے۔

امۃ اللہ تسنیم

اللہ کا نام لے کر سوال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرو تو جنت کا سوال کرو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پناہ مانگے اس کو پناہ دو۔ جو تم سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے اس کا سوال پورا کرو اور جو تمہاری دعوت کرے تم اس کی دعوت قبول کرو اور جو تم پر کوئی احسان کرے اس کا بدلہ دو، اگر تمہارے پاس بدلہ دینے کے لائق کوئی چیز نہیں تو اس کے لئے دعا کرو اور اتنی دعا کرو کہ سمجھ لو کہ بدلہ ہو گیا۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

بڑے چڑھے نام رکھنے کی ممانعت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ذلیل ترین نام اس آدمی کا ہے جو ملک الاملاک (ملک الاملاک یعنی بادشاہ یعنی شہنشاہ) (شاہنشاہ) کہلائے۔ (بخاری۔ مسلم)

فاسق اور بدعتی کو سردار کہنے کی ممانعت: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم منافق کو سردار نہ کہو، اگر تم نے اس کو سردار کہہ دیا تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا۔ (ابوداؤد)

بخار کو گالی دینے کی ممانعت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام السائب یا ام المسیّب کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا اے ام السائب یا ام المسیّب تم کو کیا ہوا، تم کانپ کیوں رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو۔ یہ آدمی کی خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح لوہاروں کی دھونکنی لوہے کے میل کچیل کو مٹاتی ہے۔ (مسلم)

آندھی کو دیکھ کر: حضرت ابومنذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آندھی کو برا نہ کہو، اگر تم ایسی آندھی، دیکھو جس سے گھبرا جاؤ تو کہو۔

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَ خَیْرِ مَافِیْھَا مَا اُمِرَتْ بِہٖ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُمِرَتْ بِہٖ۔"

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس ہوا کی بھلائی کا اور اس کی بھلائی کا جو اس میں ہے اور اس کی بھلائی کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور ہم پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کی برائی سے اور جو برائی اس میں ہے اور اس کی برائی سے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ آندھی اللہ کی رحمت ہے کبھی رحمت لے کر آتی ہے اور کبھی عذاب بن کر آتی ہے جب تم اس کو دیکھو تو برا نہ کہو بلکہ اللہ سے اس کی بھلائی کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آندھی آتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ۔"

ترجمہ: اے اللہ تجھ سے اس کی بھلائی اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اے اللہ تجھ سے اس کی برائی اور جو اس میں ہے اس کی برائی اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ (مسلم)

مرغ کو برا کہنے کی ممانعت: حضرت زیدؓ بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرغ نماز کے لئے جگاتا ہے اس کو برا نہ کہا کرو۔

مختلف اقوال کا مختلف نتیجہ: حضرت زیدؓ بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں ایک رات تمام رات پانی گرا صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا، لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج صبح کے وقت میرے بعض بندے میری قدرت کے قائل ہوئے اور بعض منکر ہوئے جنہوں نے کہا کہ یہ بارش اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوئی تو یہ میرے مومن (مطلب یہ کہ مومن بندہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے ہر چیز کو ہماری قدرت سے سمجھتا ہے وہ ستاروں وغیرہ کو نہیں مانتا اور کافر ستاروں کو مانتے ہیں اللہ کی قدرت کے قائل نہیں) بندے ہیں اور یہ ستاروں کے منکر ہیں اور جنہوں نے کہا نچھتر کے سبب سے بارش ہوئی تو وہ میرے منکر ہیں اور ستاروں کے معتقد ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

مسلمانوں کو کافر کے لقب سے پکارنے کی ممانعت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارے گا تو ان دونوں میں ایک پر ضرور کفر لازم ہو جائے گا۔ جس پر کفر کا الزام لگایا گیا ہے، اگر وہ ایسا ہے تو اس پر گیا ورنہ کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہیں ہے تو کہنے والے ہی پر کفر لازم آجائے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

فحش اور بدگوئی کی ممانعت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طعن کرنے والا، فحش بکنے والا، لعنت کرنے والا، بدزبانی کرنے والا مومن نہیں ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فحش جس میں ہوتا ہے اس میں عیب پیدا کر دیتا ہے اور حیا جس میں ہوتی ہے اس کو سنوار دیتی ہے۔ (ترمذی)

تکلف سے بنا بناکر بولنے فصاحت و بلاغت چھانٹنے کی ممانعت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبالغہ کرنے والے اور تکلف کرنے والے ہلاک ہوئے، اور یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے ناراض ہوتا ہے جو گفتگو کرتے وقت گائے کی طرح زبان کو ہیر پھیر کر بلاغت چھانٹتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے بہت ہی قریب ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق بہت ہی اچھے ہوں گے اور مجھے سب سے زیادہ ان لوگوں سے نفرت ہوگی اور مجھ سے بہت دور وہی لوگ ہوں گے جو گفتگو کرتے وقت زبان کو ہیر پھیر کر گفتگو کرنے والے اور بہت بک بک کرنے والے منہ بھر بھر کر کلام کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

فسادات کا سبق

"یہ تحریر گجرات فساد ۲۰۰۲ء کے موقع پر لکھی گئی اور طبع ہوئی تھی: مگر اس میں جس لائحہ عمل کی نشاندہی کی گئی ہے، وہ موجودہ حالات میں بھی اسی قدر اہم ہے، جتنا پہلے تھا۔" (ادارہ)

گجرات کے فساد نے ایک بار پھر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ہمارے ملک کے ایک طبقہ نے اب تک ہندوستان کے ہمہ مذہبی اور ہمہ تہذیبی کردار کو قبول نہیں کیا ہے، جو لوگ اس ملک میں اقلیتوں کے بھارتیہ کرن کا نام لیتے ہیں اور مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں سے قومی دھارے میں شامل ہونے کی خواہش کرتے ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ اقلیتوں کو اپدیش دینے کے بجائے اکثریتی طبقہ میں پائے جانے والے فرقہ پرست عناصر کی صحیح تربیت کریں اور ان کو انسانی زندگی کی اہمیت کا سبق پڑھائیں۔

گجرات کے حادثہ میں غیر جانب دار ذرائع کا خیال ہے کہ دو ہزار سے زیادہ مسلمان موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے، ان میں بڑی تعداد خواتین اور کمزور معصوم بچوں کی ہے، انسان کو مارنے کا شاید سب سے زیادہ تکلیف دہ اور بے رحمانہ طریقہ اس کو زندہ جلا دینا ہے، گجرات میں زیادہ تر یہی سفاکانہ طریقہ اختیار کیا گیا، حکومت کے حفاظتی عملہ نے دن کی روشنی میں کئے جانے والے اس جور و ستم پر نہ صرف خاموشی اختیار کی، بلکہ بلوائیوں کی مدد بھی کی اور ستم زدہ لوگوں کے ساتھ مزید یہ ستم کیا کہ ان کی فریاد بھی صحیح طور پر درج نہیں کی گئی، گذشتہ چند سالوں میں یہ ریاست کئی بھیانک فسادات سے گذری ہے، ہر فساد نے پہلے فساد کے ظلم و جور کا ریکارڈ توڑا ہے اور انسانیت سوزی اور بربریت میں سبقت حاصل کی ہے، جہاں اس ریاست میں بار بار مسلم کش فسادات ہوئے ہیں، وہیں قدرت نے بار بار انہیں جھنجھوڑا بھی ہے، زلزلہ کے حادثہ کو تو ایک سال سے ہی زیادہ عرصہ ہوا ہے، اس سے پہلے ایک گم گشتہ بیماری پلیگ نے بھی اسی ریاست کو اپنے پنجہ انتقام میں کس لیا تھا، طوفان اور سیلاب نیز گجرات کے ایک حصہ میں بدترین خشک سالی ان کے علاوہ ہے! کیونکہ خدا کو اپنی بسائی ہوئی اس بستی میں ظلم و جور سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں، نہ معلوم اب قدرت کے دست انتقام کے ہاتھوں یہاں کیا کچھ ہونے والا ہے۔

اس فساد میں کئی باتیں قابل توجہ ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ جہاں وی. ایچ. پی. کے جنونیوں اور مفسدوں نے ظلم و جور کی خونی داستان اپنی آدم خور اور انسانیت سوز ترشول سے لکھی ہے، وہیں اچھی خاصی تعداد ایسے امن پسند افراد کی بھی تھی جنہوں نے اپنے مسلمان پڑوسیوں کو اپنے یہاں جگہ دی اور ان کی جانیں بچائیں، بلکہ اپنی اس ہمدردی اور انسانیت کی وجہ سے وہ فرقہ پرستوں کی لعنت و ملامت، دھمکیوں اور سنگ باریوں کا نشانہ بھی بنے، اس سے اُمید کی ایک کرن نظر آتی ہے کہ انسانیت ابھی زندہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ تمام ہندو خونخواری اور آدم کشی پر اُتر آتے ہیں، بلکہ یہ ایک چھوٹا سا گروہ ہے، عام ہندو سماج قتل و غارت گری کو ناپسند کرتا ہے اور انسانیت، بھائی چارا اور رواروی پر یقین رکھتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ فرقہ پرست

میڈیا جو زہر افشانی کررہا ہے، ہم ان پروپیگنڈوں کے زہر سے لوگوں کو بچانے کی کوشش کریں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں انہیں حقائق سے آگاہ کریں، گروپ میٹنگ، ہندو مسلم مخلوط اجتماعات اور شخصی ملاقاتوں کے ذریعہ ہم برادران وطن تک پہنچیں اور انہیں صحیح صورتحال سے آگاہ کریں، مسلمان اس کام کو مہم کے طور پر منصوبہ بند طریقہ سے پورے ملک میں انجام دیں، مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈوں کی جو جنگ چھیڑی گئی ہے، یہ اس کا مثبت اور موثر جواب ہوگا۔

اس واقعہ کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں ہندو کم تعداد میں تھے، ہندوؤں نے اس علاقہ کو خالی کرکے ہندو اکثریت محلّہ میں جانے سے انکار کردیا اور انہوں نے اپنے مسلمان پڑوسیوں پر پورے اعتماد کا اظہار کیا، یہ بہت خوش آئند بات ہے، اس سے مسلمانوں کی اخلاقی برتری اور کردار کی بلندی ثابت ہوتی ہے، ایسے واقعات کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنا چاہئے، حق وسچائی نے توپ وتفنگ اور فولاد وآہنگ کی طاقت سے معرکے نہیں جیتے ہیں، بلکہ اخلاق وکردار کی طاقت اور دلیل و برہان کی قوت سے دشمنوں کے قلوب کو فتح کیا ہے، جنگ وجدال کی فتح سامانیاں اور ظفر مندیاں وقتی اثر ڈالتی ہیں، لیکن ان کا اثر دیر پا نہیں ہوتا، جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے، یہی کامیابی ان کے لئے آہستہ آہستہ لوگوں کی نفرت کا باعث بنتی جاتی ہے۔

لیکن! قلب ونظر کی فتح کا معاملہ اس سے مختلف ہے، یہ دھیرے دھیرے اپنا قدم بڑھاتی ہے اور لازوال کامیابی سے انسان کو ہمکنار کرتی ہے، اسی چیز نے اسلام کو اس کے ابتدائی دور میں غلبہ عطا کیا ہے اور یہی چیز ہر عہد میں مسلمانوں کی کامیابی کی ضمانت ہے، انسانی جان ومال اور عزت و آبرو کا احترام مسلمانوں کی فطرت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان ہے ہی وہ، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ہے ہی وہ، جس کا پڑوسی اس کے شر سے عافیت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم بھائیوں کے خون اور مال کو وہی درجہ دیا، جو خود مسلمانوں کی جان ومال کا ہے، اسلام کی یہ تعلیمات برادران وطن تک نہیں پہنچیں، انہیں بتایا گیا ہے کہ اسلام ایک ناروا، سخت گیر اور متشدد مذہب ہے، جو دوسرے اہل مذہب کے ساتھ بدسلوکی کی تعلیم دیتا ہے، مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے اس کو غلط ثابت کردیں۔ مسلم آبادی میں جو غیر مسلم رہے ہوں اور فساد کے دوران مسلمانوں نے ان کے ساتھ بہتر اخلاق کا سلوک کیا ہو، ضرورت ہے کہ ان کے تاثرات لکھائے جائیں؟ آڈیو اور ویڈیو کے ذریعہ ان تاثرات کو محفوظ کیا جائے اور غیر مسلم بھائیوں تک پہنچایا جائے، اگر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا تک ان تاثرات کے لئے رسائی حاصل کی جاسکے تو کیا کہنے ہیں، کیونکہ آپ بیتی اور خود گذشت کا اثر انسان پر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو مختلف علاقوں میں اپنی آبادی کے جزیرے بنانا چاہئے، جس قصبات اور قریہ جات میں چند مسلمان گھر آباد ہیں، یا شہر کے جن اکثریتی محلوں میں چند مسلمان رہتے ہیں، ہندوستان کے موجودہ حالات میں نہ صرف ان کی جان و مال اور عزت وآبرو، بلکہ ان کا دین وایمان بھی خطرہ میں رہتا ہے، وہ فسادات میں اس طرح روند دیئے جاتے ہیں جیسے ہاتھی کی زد میں چیونٹیاں آجائیں، معاشی اعتبار سے بھی ان کے لئے قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں، غیر مسلم تہذیب و ثقافت بھی انہیں متاثر کرتی جاتی ہے، بارہا یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ ایسے علاقوں میں بسنے والے مسلمان اپنی شکل وصورت، لباس و پوشاک نیز بول چال اور رکھ رکھاؤ سے ذرا بھی پہچانے نہیں جاتے، بعض علاقوں میں تو ان کے ناموں میں بھی مسلمانیت کی خوشبو باقی نہیں رہی اور ایسا بھی ہوا کہ مخلوط معاشرہ اور مغلوب ثقافت کی وجہ سے وہ برادران

وطن کے تہواروں وغیرہ میں بے تکلف اور پوری سرگرمی کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور پوجا پاٹ وغیرہ میں بھی انہیں کوئی عار نہیں ہوتی، گویا آہستہ آہستہ وہ دین و ایمان سے بھی محروم ہوتے جارہے ہیں۔

اس ساری صورتحال کا ایک اہم سبب معاشرہ کا اختلاط ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو غیر مسلم آبادی سے الگ اپنی آبادیاں بنانے کا حکم دیا، قبیلہ خثعم کے کچھ لوگ غلط فہمی میں مارے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلسلہ میں فرمایا: جو مسلمان کسی مشرک کے ساتھ بود و باش رکھتا ہو، میں اس سے بری ہوں: "انی بریئ من کل مسلم مع مشرک" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں میں سے ایک کی آگ دوسری طرف نظر نہیں آنی چاہئے: "الا لا ترأی نارا هما" (نسائی: ۴۷۷۷) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "نہایہ" کے حوالہ سے لکھا ہے:

مسلمان پر یہ بات لازم وواجب ہے کہ اس کا گھر مشرک کے گھر سے دور ہو، ایسی جگہ نہ رہا جائے کہ جب وہاں آگ سلگائے تو مشرک کو اپنے گھر سے نظر آئے۔ (شرح نسائی، موسوعۃ السنۃ وشروحہا: ۱۶/۳۷)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من جامع المشرك و سكن معه فانه مثله" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۷۸۷)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے کافروں کے ساتھ ان کے علاقہ میں رہنا درست نہیں: "فلا يجوز لمسلم ان يساكن للكافر فى بلادهم" (موسوعۃ السنۃ وشرحہا: ۹/۱۰۵)

یہاں حدیث کا منشاء یہی ہے کہ مسلمانوں کے محلے اور آبادیاں علاحدہ ہونے چاہئیں، علاحدہ آبادی میں ان کی جان کی بھی حفاظت ہے جیسا کہ ظاہر ہے، مال و کاروبار کی بھی حفاظت ہے، اس آبادی میں وہ اپنی تہذیب وثقافت کے ساتھ زندگی گذار سکیں گے اور اجنبی ثقافت سے اپنے آپ کو بآسانی بچاسکیں گے، جو اسلام معاشرت کا بنیادی مزاج ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے کو منع فرمایا ہے، ایسی آبادیوں میں دینی تحریکات بھی اپنے کاموں کو بہتر طور پر انجام دے پاتی ہیں اور اس کی وجہ سے مذہبی وابستگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہندوستان کے مخصوص ماحول میں مسلمانوں کی علاحدہ آبادی سے مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی مفادات بھی متعلق ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ ریاستی اسمبلی نیز پارلیامنٹ میں مسلمانوں کی آبادی کے اعتبار سے ان کی نمائندگی بہت ہی کم ہے، مثلاً خود گورنمنٹ کے اعداد وشمار کے مطابق بہار اور یوپی میں مسلم آبادی کا تناسب پندرہ فیصد ہے، اس لحاظ سے بہار میں ان کے ارکان اسمبلی پچاس کے قریب ہے اور یوپی میں ساٹھ سے اوپر ہونے چاہئیں، اسی طرح تلنگانہ میں سولہ فیصد کے قریب مسلم آبادی تسلیم کی گئی ہے، اس لحاظ سے پچیس سے زیادہ مسلمان ارکان اسمبلی ہونے چاہئیں، لیکن عملاً نمائندگی کا تناسب اس سے بہت کم ہے، کیرالہ میں مسلم آبادی کا تناسب بہار و یوپی ہی کے قریب قریب ہے، لیکن وہاں مسلمان نمائندوں کی تعداد ہمیشہ فیصلہ کن ہوتی ہے اور ان کے تعاون کے بغیر کوئی سرکار بن نہیں پاتی، اس کی بنیادی وجہ کیرالا میں مخصوص علاقوں میں مسلمان آبادی کا ارتکاز اور دوسرے علاقوں میں مسلم آبادی کا بکھراؤ ہے، مسلمان اگر مختلف علاقوں میں اپنی آبادی کے جزیرے قائم کرلیں اور بتدریج وہاں اپنی آبادی کو مجتمع کرلیں تو مستقبل میں ایسی سیاسی طاقت بن کر ابھر سکتے ہیں کہ وہی اس ملک کے بادشاہ گر ہوں گے اور ان ہی کے قلم سے حکمرانوں کی تقدیر لکھی جائے گی۔

معاشی اعتبار سے بھی آبادی کا ارتکاز ایک مفید عمل ہوگا، کیونکہ اس آبادی کی ضروریات کے لئے جن دکانوں اور چھوٹی صنعتوں کی ضرورت ہوگی، یہ مسلمانوں

کے ہاتھ میں ہوں گے، آج صورت حال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے صنعت وتجارت میں اپنے قدم آگے بڑھائے تو فرقہ پرست عناصر انہیں چن چن کر نشانہ بناتے ہیں اور بعض متعصب صنعت کار بھی نہیں چاہتے کہ انہیں اُبھرنے دیں، جب مسلمانوں کی اپنی محفوظ آبادیاں ہوں گی، تو آپ وہاں کل کارخانے بھی قائم کرسکیں گے اور آپ کو اپنی تجارت کے لئے ایک مناسب مارکٹ بھی ہاتھ آجائے گی، اس لئے یہ وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے باشعور اور معاشی اعتبار سے مستحکم طبقے اس حقیقت کو محسوس کریں، وہ دور دراز بسنے والے غریب بھائیوں کو اپنے سینے سے لگائیں، انہیں مناسب قیمت پر اور ادائیگی کی مہلت کے ساتھ زمینیں فراہم کریں اور مسلمانوں کو نسبتاً زیادہ بسائیں کہ اس میں نہ صرف ان کی حفاظت ہے، بلکہ وہ آپ کی حفاظت کے لئے بھی بہترین ڈھال کا کام کریں گے۔

○○○

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف تیس روپے اور سالانہ خریداری -/300 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرسالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زرسالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کارخیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گذارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کرسکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

عائشہ محمد عابد ندوی، جدہ

پھر بھی ہم مسلمان ہیں؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے قریش کے درمیان چالیس برس گذارے، اور اس خوبی وعمدگی سے گذارے اور صدق ووفا، امانت ودیانت، عفت وحیاء کا ایسا کامل ترین نمونہ پیش کیا کہ ہر دلعزیز شخصیت بن گئے، ایک مثالی نمونہ بن گئے، نبوت سے پہلے آپ سے دشمنی کرنے والا کوئی نہ تھا، آپ کو ستانے والا کوئی نہ تھا، آپ کی مخالفت کرنے والا کوئی نہ تھا، پوری قوم آپ سے محبت کرتی تھی۔ چالیس برس گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں نبی بناتے ہیں..... غار حرا سے اتر کر آپ اپنی قوم میں آتے ہیں، ان سے بس ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ لو، کامیاب ہوجاؤ گے۔

یکا یک چچا مخالف ہوجاتے ہیں، خاندان والے کٹ جاتے ہیں، محلے والے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، قوم دشمن بن جاتی ہے، ایسا کیوں ہوا؟

کل تک آپ سے محبت کرنے والے آج آپ کے دشمن کیوں بن گئے؟ کل تک ساتھ رہنے والے آج کیوں چھوڑ رہے تھے؟

کیوں لوگ مخالفت پر اتر آئے تھے؟

کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حکومت وسلطنت مانگی تھی؟

کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دولت یا منصب مانگا تھا؟

کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسی اور طرح کے مطالبے کئے تھے۔

ایسا تو کچھ بھی نہ تھا۔

بلکہ اہل مکہ نے خود یہ چیزیں آپ کو پیش کی تھیں کہ آپ اس دعوت توحید سے دستبردار ہوجائیے، ہم آپ کو..... اور یہ دے دیں گے۔

وہ منصب کیا تھا؟ جس کے لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح کی مشقت برداشت کی، مگر اس سے لمحہ بھر کے لئے بھی پیچھے نہیں ہٹے، اور وہ دعوت کیا تھی، جس کی مخالفت میں اہل مکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے؟ یہ سوال تو غور طلب ہے نا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا اقرار کرلینا دراصل ایک معاہدہ کا اقرار کرنا ہے، یہ کہ..... میں اللہ کے سامنے اپنی ہر چیز سے دستبردار ہوتا ہوں، میری خواہش کوئی نہیں، میری مرضی کوئی نہیں، میری چاہت کچھ نہیں۔ اللہ جو بھی حکم دے گا، میں وہ قبول کروں گا، میں اسے مانوں گا، اس پر عمل کروں گا، اور اس کے مقابلہ میں اور کسی کی نہیں سنوں گا، دراصل یہ معاہدہ نفس اور سماج کے تمام بتوں کو ڈھا دیتا ہے، یعنی نفس کی خواہش، خاندان اور قبیلے کی روایات، زمانہ کی مروّجہ رسومات..... سب پر اس کلمہ کی مار پڑتی ہے، اور سب پاش پاش ہوجاتے ہیں، اللہ کے حکم کے آگے اب کسی کی کچھ نہیں چلے گی۔

کلمہ کے پہلے ہی ٹکڑے: (لا الہ) کہہ کر آدمی ساری بندشوں کو توڑ دیتا ہے، وہ ببانگ دہل یہ اعلان کردیتا ہے کہ: سنو دنیا والو! سنو اے لوگو! کوئی حاکم اعلیٰ نہیں ہے کوئی مرضی چلانے والا نہیں ہے، کوئی غلامی کئے جانے کے لائق نہیں ہے، کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں کسی کی بات نہیں مانوں گا، کسی کی مرضی پر نہیں چلوں گا، کسی کی عبادت نہیں کروں گا (الا اللہ) سوائے اللہ کے..... کلمہ کے اس حصہ کو ادا کرکے ایک آدمی اپنی پوری زندگی اپنے رب کے حوالہ کردیتا ہے۔ اے میرے رب! میں آپ کا غلام ہوں، آپ کا بندہ ہوں، آپ کا ہر حکم مانوں گا، آپ کی مرضی پر چلوں گا، آپ کے خلاف نہیں جاؤں گا، آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، آپ جیسا

کہیں گے، اور جو کہیں گے، میں ایک فرمانبردار غلام کی طرح حکم بجالاؤں گا۔

اور کلمہ کا دوسرا جزء (محمد رسول اللہ) کہہ کر بندہ یہ تسلیم کرلیتا ہے کہ اس دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رسول اور نمائندہ بن کر آئے ہیں، وہ دنیا بھر کے تمام انسانوں کے لئے عمل کی ایک کسوٹی ہیں، جسے وحی الٰہی نے مسلسل تربیت ونگرانی کے ساتھ تیار کیا ہے، اب دنیا کے ہر فرد کو اپنی زندگی اسی زندگی کے سانچے میں ڈھالنا ہے، ہر عمل کو انہی کے عمل کے مطابق بنانا ہے، ہر قدم انہی کے نقش قدم پر اٹھانا ہے، ہر فکر، ہر طریقہ، ہر کام کے لئے پہلا اور آخری معیار ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ان سے ہٹ کر کوئی عمل خواہ کتنا ہی دلکش، اور خوبصورت کیوں نہ ہو وہ خدا کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں ہے، لمبی لمبی نمازیں، عمر بھر کے مراقبے بھی کسی کے کچھ کام نہ آسکیں گے، اگر زندگی کے سارے معاملات اسوۂ نبوی میں نہ ڈھل سکے.....

یہ میرا نہیں میرے رب کا فیصلہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ.

(سورہ آل عمران:۳۱-۳۲)

آپ کہہ دیجئے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے پیچھے چلو (میرے قدم سے قدم ملا کر چلو)، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ آپ کہہ دیجئے، اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے، اور آپ کے حکم سے سرتابی کرنا، اسے نہ ماننا دراصل اللہ سے بغاوت کرنا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا. (سورہ نساء:۸۰)

جس نے رسول کی بات مانی، اس نے اللہ ہی کی بات مانی، اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (سورہ نساء:۶۴)

ہم نے ہر رسول کو بھیجا ہی اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی بات مانی جائے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا، وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (سورہ نساء:۱۳-۱۴)

ترجمہ: یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گی، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں سے آگے بڑھے گا، اللہ اسے آگ میں ڈال دے گا، وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا، اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

ان سبھی آیات سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کی بہت اچھی طرح تعیین ہوجاتی ہے کہ آپ کا حکم ماننا دراصل اللہ کا حکم ماننا ہے، اور آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ کی بات مانی جائے اور آپ کے نمونہ حیات کو قبول کیا جائے، اور یہ کہ آپ کا حکم نہ ماننا دراصل اللہ کا حکم نہ ماننا ہے اور کیا اللہ کی نافرمانی کرنا، اس کا حکم نہ ماننا، اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے، جو ہم نے کلمہ کے ذریعہ کیا ہے؟ ہم نے تو اقرار کیا تھا نا کہ یا اللہ! تیری ہر بات مانیں گے..... پھر اب کیوں نہیں مانی؟ اب یہ نافرمانی کیا سزا کو ضروری نہیں ٹھہرائے گی؟ دنیا ہی کی مثال لے لیں..... کوئی ہماری بات نہ مانے تو ہم کس قدر خفا ہوتے ہیں اور اگر وہ ہم سے عمر ومرتبہ میں چھوٹا ہو تو ہم اسے سزا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

کلمہ طیبہ کا یہی وہ مفہوم تھا جسے عرب بہت اچھی طرح سمجھتے تھے، عربی ان کی اپنی زبان تھی، وہ جانتے تھے کہ یہ ایک محض اقرار نہیں ہے کہ زبان سے ادا کرلیا..... اور بس۔ نہیں! وہ جانتے تھے کہ اس اقرار کے بعد تو ہماری انا ختم ہوجائے گی۔ ہم اپنی مرضی پر چل نہ سکیں گے، ہم اپنی خواہشات کو پورا نہ کرسکیں گے، ہمیں باپ دادا کی رسومات بھی چھوڑنا پڑیں گی، شدید مخالفت کی، جان کے دشمن ہوئے، یہ معاہدہ قبول کرنے والوں کو (اسلام قبول کرنے والوں کو) شدید ترین تکلیفوں سے دوچار کیا، اسی کلمہ کی مخالفت میں بار بار میدان جنگ میں بھی آئے۔

مگر چونکہ اللہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے، وہ ان پر مہربانی کرتا ہے، رحم کرتا ہے، شفقت اور لطف وکرم کا معاملہ کرتا ہے، دنیائے انسانیت پر ظلم وتاریکی کا یہ وہ سخت دور تھا، جس میں راحت وسکون سے سانس لینے کے لئے کوئی خوشگوار فضا نہ تھی، آدمی طرح طرح کے بوجھ سے دبا ہوا سسک رہا تھا، اس کی گردن میں غلامی کی زنجیریں تھیں، عورتوں کی مظلومیت کی الگ داستان تھی، امیروں کا قہر تھا، غریب بلکتے تھے، ایسی دکھی انسانیت پر اللہ نے رحم کیا، اور اپنے محبوب کو سارے انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اقدار کو زندہ کیا، اخلاق کا سبق پڑھایا، برائیوں سے منع کیا، لوگوں کے بوجھ اتارے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ (اعراف:۱۵۷)

ترجمہ: وہ (رسول) انہیں نیکیوں کا حکم دیتے ہیں، بری باتوں سے روکتے ہیں، پاک، صاف ستھری چیزوں کو حلال کرتے ہیں، اور گندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کا بوجھ اور طوق جو ان کے اوپر ہے، اتارتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت امن کی دعوت تھی، خیر کی دعوت تھی، راحت وسکون والی زندگی کی دعوت تھی، خودساختہ خداؤں کے حصار سے نکل کر اللہ واحد کی بندگی کرنے کی دعوت تھی، سماج کی گھٹن زدہ فضاؤں سے نکلنے اور اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لینے کی دعوت تھی، چنانچہ غریب لوگ جو اس وقت سب سے زیادہ مظلوم تھے، زندگی سب سے زیادہ جن کی دشوار ہوئی جارہی تھی، جو عرصۂ دراز سے دبے ہوئے، پسے ہوئے تھے، سب سے پہلے آگے بڑھ کر انہوں نے ہی اس دعوت کو قبول کیا، اور اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لی، اور ہر طرح کے بوجھ سے آزاد ہوئے، اور وہ لوگ جو سرکش تھے، جو ظالم بن کر جیتے تھے، جنہوں نے لوگوں کو اپنا غلام بنایا ہوا تھا، وہ جو خود اپنے نفس کو پوجتے تھے، اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے حد سے نکل نکل جاتے تھے، انہیں یہ دعوت گراں گذری، چونکہ ان کی خودمختاری ختم ہوتی تھی، اسی لئے اس دعوت کے خلاف ہوئے، اور اسے قبول کرنے کے بجائے اسے دبانے، مٹانے کے لئے اپنی پوری طاقت وقوت جھونک دی۔

مگر پھر بھی یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ اسلام کو اور اس کے نظام رحمت کو اس دنیا میں غالب آنا ہی ہے، اسی لئے اللہ کی مدد سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محنتوں سے اسلام پھیلنے لگا، رفتہ رفتہ سارا عرب اسلام کے پرچم تلے آگیا، پھر مسلمان یہی دعوت لے کر عرب سے باہر نکلے، اور اللہ کی مدد سے اپنی کوششوں کے ذریعہ جہاں تک ممکن ہوا اسلام کو پہنچایا۔ آج اللہ کے فضل وکرم سے ہم مسلمان ہیں، اسلام اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت اور راحت ہے، نعمت تو سمجھ میں آتی ہے، راحت اس طرح سے کہ اسلام نے ہم پر تنگی نہیں کی، غیر ضروری پابندی نہیں لگائی، ہم پر بیجا بوجھ نہیں ڈالے، ہماری گردنیں نہیں باندھیں، ہمارے ہاتھ پیر نہیں جکڑے، اسلام نے ہمارے لئے بڑی آسانی پیدا کی ہے، جب کہ دوسرے مذاہب کو ماننے والے، کئی خداؤں کے بوجھ کے ساتھ، بیجا رسومات، خرافات، توہمات کے بار سے بھی لدے ہوئے ہیں، وہ عجیب

سماجی، مذہبی، قومی بندشوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

مگر ہم سب خاندانی مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ: اسلام ایسا مذہب نہیں ہے کہ بس کلمہ کے دو بول پڑھ لئے، یا مسلمانوں جیسا نام رکھ لیا تو مسلمان ہوگئے، اور اب بے سوچے سمجھے ہی زندگی گذارتے چلے جارہے ہیں، اسلام نے سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیتوں کو کچل نہیں دیا، اسلام نے اپنے ماننے والوں پر زبردستی کے ناگوار فیصلے نہیں تھوپے، بلکہ وہ انسانی عقل کو اپیل کرتا ہے، وہ فکر ونظر کی دعوت دیتا ہے، وہ عبرت وموعظت کے دریچے کھولتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آنکھیں کھول کر دیکھو، زمین میں چل پھر کر دیکھو۔ اسی لئے اس وادی میں قدم رکھنے والا آدمی سب سے پہلے خود آگہی حاصل کرتا ہے، وہ پورے شعور وادراک کے ساتھ اس کوچۂ یار میں قدم رکھتا ہے، وہ معرفت ویقین کی منزلیں طے کرتے ہوئے زندگی گزارتا ہے، وہ غافلوں جیسی، اندھی اور بے بصیرت، بے تکی، بے مقصد زندگی نہیں جیتا، وہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر نہیں لڑھکتا، وہ بے وزن نہیں رہتا، وہ آنکھیں بند کرکے نہیں چلتا، بلکہ وہ پوری بصیرت سے، تدبر سے، غور وفکر سے، احساس کے ساتھ عملی زندگی میں قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کا حکم ماننا اور اللہ کے رسول کو نمونۂ حیات بنانا اس کا ایمانی فریضہ بن جاتا ہے، اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو خدا کے دفتر میں مسلمان نہیں لکھا جائے گا، اگرچہ کہ دنیا کے دفتروں میں اس کا نام مسلمان لکھا جاتا رہے، ویسے بھی اسلام کو قبول کرنے میں کسی بھی انسان پر کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں ہے۔ (لا اکراہ فی الدین) مگر جب کوئی آدمی کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیتا ہے تو اب اس پر اسلامی نظام زندگی کو قبول کرنا فرض ہوجاتا ہے، اب نہ ہی من مانی کرنے کی اجازت ہے نہ ہی کسی جاہلی اور غیر اسلامی روش کی گنجائش۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ، اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(سورہ آل عمران: ۸۵، ۸۶، ۸۷)

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور طریق زندگی کو پسند کرے گا، تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا اور اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے، جو ایمان لانے اور رسول کے برحق ہونے کی گواہی دینے اور رسول کے کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آنے کے باوجود بھی کفر کو اختیار کرلیں، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ کی فرشتوں کی اور سبھی انسانوں کی لعنت ہوگی۔

اسلام اطاعت وتسلیم کا ایک معاہدہ ہے، اور یہ اطاعت زندگی کے ہر دائرے پر محیط ہے، پیدائش سے لے کر موت تک اللہ سے وفاداری کرنے کا نام اسلام ہے، اسی لئے ایک مسلمان کے اندر تسلیم ورضا کی اعلیٰ ترین کیفیت یہ آجانی چاہئے کہ اللہ اور رسول کا حکم آجانے کے بعد کسی کی کوئی معمولی سی بھی ناراضگی، ناگواری نہ ہو، اسے ہر وقت یہ یاد رہنا چاہئے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس کی کوئی مرضی نہیں چلے گی، اور نہ ہی کوئی من مانی قبول کی جائے گی۔

اللہ کا فرمان ملاحظہ کیجئے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔

جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی مومن مرد وعورت کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہتا، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ مانی، وہ کھلے طور پر گمراہ ہوگیا۔ (سورہ احزاب: ۳۶)

ایک مسلمان کی زندگی کا کوئی معاملہ اسلام کی رہنمائی سے خالی نہیں ہے، ہر بات اور ہر موقع پر اس کے لئے اللہ کا ایک

حکم ہے۔ جس کو ماننا اس کے لئے فرض ہے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی اللہ کے حکم اور مرضی کے مطابق گذاری، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہستی ہمارے لئے نمونہ ہے، ہمیں اپنی زندگی کو آپ کی زندگی سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ آپ ساری زندگی جن راستوں پر چلتے رہے، وہ سنت کہلائے، چونکہ آپ اللہ کے حکم سے اطاعت کئے جانے کے لائق ہیں، اسی لئے آپ کی سنتوں پر عمل کرنا ہمارے لئے بہت ہی ضروری ہے۔

یہاں فرانسیسی نومسلم محمد اسد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بہت موزوں ہوگی۔ آپ سنت کے حوالہ سے لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں: ''ایک مسلمان کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے اور جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو قبول نہیں کرتا، میں اسے مسلمان ہی نہیں سمجھتا ہوں۔'' (حوالہ: اردو نیوز جدہ)

اسی لئے دین کا بنیادی علم حاصل کرنا، اللہ کی مرضی معلوم کرنا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں معلوم کرنا، آپ کے طور طریقوں سے واقفیت حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور ہم اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ایک مسلمان ناواقفیت اور بے شعوری کی زندگی نہیں جیتا، بلکہ اسلام کو جاننے کی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور علم آجانے کے بعد بصیرت واستقامت کے ساتھ اسلام پر مضبوطی سے جم جاتا ہے، اس کے اندر منافقوں والی تذبذب کی کیفیت نہیں رہتی، اور یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ اسلام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اپنے آپ کو خاندانی مسلمان سمجھ کر دین کا علم حاصل کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے، وہی لوگ عمل کے میدان میں مضبوطی سے کھڑے نہیں رہتے ہیں۔ نفس، خواہش، سماج، زمانہ کی ہوائیں انہیں جدھر کو لے جائیں، ادھر ہی کو ڈھلتے رہتے ہیں، دوسرے الفاظ میں اسلام اور خواہشات وخرافات کو ساتھ ساتھ لئے چلتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذہب کی تعلیم انہیں ناگوار اور بوجھ بھی لگتی ہے۔ دین کو مسجد تک ہی محدود سمجھتے ہیں، زمانہ کی برائیوں (فیشن) سے ہم آہنگ ہونے کو ترقی سمجھتے ہیں، داڑھی کٹا سکتے ہیں، کیونکہ سنت پر عمل کرنا کونسا ضروری ہے؟ لیکن داڑھی چھوڑ نہیں سکتے، کیونکہ زمانہ کے ساتھ جو چلنا ہے، یہ ایک مثال ہے، ورنہ غور کریں تو ہماری زندگی میں اسلام کتنا ہے؟ ہمیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔

اسلام کے بارے میں جو کچھ بھی اوپر لکھ چکی ہوں اس کی روشنی میں ہمیں اپنی پوری زندگی کے معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، مگر اس وقت میں یہاں ایک بہت اہم موضوع کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں، میں بتانا چاہتی ہوں کہ شادی بیاہ کے موقع پر ہم اسلام سے کتنی رہنمائی لے رہے ہیں؟ کیا ہم شریعت کے مزاج کے مطابق نکاح کر رہے ہیں، چونکہ شادی کے معاملہ میں لوگوں کی اکثریت تبدیلی، یا اصلاح پر آمادہ نہیں ہو رہی ہے، بلکہ معاشرہ پر گناہوں کا بوجھ بڑھتا ہی جا رہا ہے، ہمیں اپنے آپ کو مسلمان کے صحیح مفہوم پر رکھ کر اپنا احتساب خود ہی کرنے کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر اسلامی اور غیر شرعی کام کر کر کے بھی ہم خود کو مسلمان ہونے کا دھوکہ دیتے رہیں اور قیامت کے دن جب اپنے محبوب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہیں تو فرشتے ہمیں دور نہ کر دیں، کہ اے اللہ کے نبی! آپ کو پتہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا خرافات ایجاد کی تھیں؟ ابھی ہمارے پاس زندگی کی مہلت ہے، ہمارے لئے عمل کے دروازے کھلے ہیں، اور دین خیر خواہی کا نام ہے، میں اسی خیر خواہی کے ساتھ آپ سب کو احتساب کی دعوت دیتی ہوں، باوجود اس کے کہ احتساب کی دعوت کسی کو گراں گذرتی ہے، مگر میرا یہ عمل صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے، اور اسی کی توفیق اور مدد سے میں کچھ لکھنے کے قابل ہوں، میری یہ تحریر تعمیر کے لئے ہے، اگر اس میں کہیں تنقید ہے تو وہ اسی درجہ پر ہے، جہاں طبیب مریض کو نشتر لگانا ضروری سمجھتا ہے۔

○○○

اسلام نے عورت کو عزت دی

حاجی محمد لطیف

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کے ساتھ نہ نکلا کرو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔'' (سورۃ احزاب آیت:۳۳)

اللہ تعالیٰ نے عورت کے جسم کو مرد کی تحویل میں دے دیا۔ جب عورت کا نکاح ہوتا تو مولانا باقاعدہ تین بار مرد عورت سے قبول کرواتا ہے افسوس کی بات کہ یہ مادر پدر آزاد صنف نازک بیہودہ نعرے لگا کر مرد سے آزادی نہیں بلکہ اپنے لئے دوزخ خرید رہی ہے۔ ماردی سرمد اور اس کی آلہ کار یہ وہ عورتیں جن کا اسلامی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں اور پردہ کو وہ بوجھ سمجھتی ہیں۔ نکاح، شادی بیاہ ایک مرد سے وفاداری کو وہ دقیانوسی خیال کرتی ہیں۔ دراصل پچھلے چند سالوں سے مسلم معاشرہ اسلام دشمن قوتوں کے ایجنڈے پر ہے اور وہ اسلامی تشخص چھیننے کے لئے مسلسل سرگرم ہیں۔ اسکول و کالج کے طلباء و طالبات ان کا آسان ٹارگٹ ہیں اور نجی تعلیمی اداروں پر ان این جی اوکا اثر ورسوخ بڑھتا جارہا ہے جو ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ نیوز چینل اپنی ریٹنگ بڑھانے کے چکروں میں رہتے ہیں۔

اسلام واحد دین ہے جس نے عورت کو ذلت و پستی سے نکال کر اسے شرف انسانیت بخشا جب کہ اسلام سے پہلے دیگر مذاہب میں عورت کو ذلت، رسوائی وتحقیر کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عورت کے اصلاح کی جانب خاص توجہ مبذول فرمائی اور عورت کو دنیا کے سامنے ایک مثالی نمونہ بنا کر پیش کر کے معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کیا۔ انہیں امہات المومنین، صحابیات جیسے خطابات سے نوازا خصوصاً عورت کو ماں کا درجہ دے کر کہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی واضح طور پر ذکر فرمایا اور مردوں کے برابر عورتوں کے مساوی حقوق ارشاد فرمایا۔ جیسے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، جب کہ ظہور اسلام سے قبل عورت کا وراثت میں کوئی حصہ نہ تھا۔ آج بھی دیگر مذاہب میں عورت کا وراثت میں حصہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم آئے دن اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں عورت جہیز کی بھینٹ چڑھا کر نذر آتش کردی گئی۔ اسی طرح اسلام سے پہلے شادی وطلاق کا کوئی ضابطہ نہ تھا۔ اس لئے معاشرے میں انتشار و بگاڑ پیدا ہوگیا تھا۔ اس لئے اسلام میں ایک مرد کو صرف چار شادیوں کی اجازت دی قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا کہ اگر سب کے ساتھ مساوات نہ برت سکو تو ایک سے زیادہ شادی مت کرو۔ اسی طرح شوہر کے مرنے کے بعد بیواؤں کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی گئی۔ شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کی مرضی کو محفوظ رکھا گیا۔ عورت کو اپنی مرضی سے خلع لینے کی اجازت دی گئی۔ اسلام میں ہر بالغ مرد پر اس کی عورت کا مہر واجب کردیا گیا۔ اگرچہ عورت کو پردے کا حکم دیا گیا، وہیں وقت ضرورت پردے کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی۔ جہاں عورت پر مرد کے حقوق ہیں اسی طرح مرد پر بھی عورت کے حقوق ہیں جیسے مرد جو کھائے، عورت کو بھی ویسا ہی کھلائے۔ مرد جو پہنے ویسے ہی عورت کو بھی پہنائے۔ عورت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

(باقی.....صفحہ.....40.....پر)

ڈاکٹر مفتی محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی
عمید کلیۃ البحث والتحقیق، جامعۃ العلوم گڑھا گجرات

اعتدال ہی پسندیدہ راہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک سے زائد مقام پر اپنے بندوں سے کائنات میں غور وفکر کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اسی طرح جابجا انسانوں سے خود اپنی ذات میں غور وفکر کرنے کے لئے کہا۔ کائنات اور انسان کی تخلیق میں غور وفکر کرنے سے دو باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں، ایک تو یہ اللہ کی بے پناہ قدرت کی شاہکار ومظہر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں پورے طور پر توازن واعتدال ہے، کہیں کسی جگہ سے بے اعتدالی اور بے جا کمی بیشی نظر نہیں آئے گی، جس کا سیدھا سادہ پیغام انسانوں کے نام بقول شاعر لیث قریشی:

مزاج عشق تو اپنا ہے اعتدال پسند
یہی روش ہے کچھ کم نہیں زیادہ نہیں

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال فطرت کی آواز ہے، بے اعتدالی دوسرے معروف الفاظ میں افراط وتفریط فطرت سے بغاوت ہے، اور فطرت سے بغاوت شر وفتنہ کی بنیاد اور اس کی جڑ ہے، اور قول وعمل کے اعتبار سے بے راہ روی اور گمراہی ہے، اور گمراہی انسان کو جہاں سیدھے راستہ سے ہٹاتی ہے وہیں ہلاکت کے گڑھے میں گراتی ہے، جس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ پانی انسان کے حرز جان اور سرچشمۂ حیات ہے، اس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں۔ "وجعلنا من الماء کل شیء حی۔" (انبیاء:۳۰) "اور ہم پانی سے ہر جاندار چیز بنائی ہے۔" یہی پانی جب امنڈتا ہوا سیلاب کی شکل اختیار کرتا ہے تو پروانۂ موت ثابت ہوتا ہے، اور بڑی بے رحمی کے ساتھ جانداروں کو موت کی نیند سلاکر جاتا ہے۔ اسی طرح فکر وعمل کی بے اعتدالی بھی انسان کو ہر اعتبار سے تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتی ہے، اس کی واضح مثال یہود ونصاریٰ ہیں، عیسائیوں نے افراط کا راستہ اختیار کیا اور یہودیوں نے تفریط کی راہ کو اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے راستہ پر چلنے سے بچنے کے لئے دعا سکھائی اور اس سے بچنے کا حکم دیا:

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ (فاتحہ:۶-۷)

"ہمیں درست راستہ پر چلایئے، ان لوگوں کے راستہ پر جن پر آپ نے انعام فرمایا، ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر غضب ہوا، اور نہ ان لوگوں کا جو راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں۔"

بنیادی طور پر اعتدال کے دو پہلو ہیں۔ جس کو اچھی طرح سے سمجھنے کی ضرورت ہے، بلکہ دل ودماغ میں بیٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ مروّت ورواداری میں حد اعتدال سے تجاوز کرنے سے بچا جاسکے، ایک پہلو: اپنے مذہب ومسلک پر تصلب کے ساتھ استقامت وثبات قدمی۔ دوسرا پہلو: دوسرے مذہب وملت کے ساتھ رواداری ان کی اہم اور مقدس شخصیتوں کا احترام اور ان کے مذہبی مقدسات کی توقیر وتکریم۔ اس میں افراط وتفریط سے بچنے کی ضرورت ہے، اس طور پر کہ انسان میں اتنی رواداری نہ ہو کہ اپنے مذہبی دینی تشخصات وامتیازات اور اپنی اصل شناخت وپہچان سے محروم ہوجائے، اتنی نرمی نہ ہو کہ جو جدھر چاہے خش وخاشاک کی طرح بہالے چلا جائے، گویا موم کی ناک بن کر نہ رہے کہ جو جدھر چاہے کوڑ دے، اتنی سختی وتشدد نہ ہو کہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہ ہو، اور نہ ہی بات چیت ممکن ہو، انسان میں بیلنس وتوازن اور جیسا کہ دبستان شعر وسخن کے شہسوار نامور شاعر اور نقاد شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی نے مزاج شریعت کو پہچانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصیات کا نقشہ کھینچتے ہوئے کیا خوب اور سچ کہا:

جہاں کردیا نرم، نرما گئے وہ
جہاں کردیا گرم، گرما گئے وہ

قرآن نے مخلوط آبادی میں کیسے زندگی بسر کی جائے؟ اور باہمی رواداری کے ماحول میں دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک اور رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ پر روشنی ڈالی ہے اور اہل ایمان کو حکم دیا، ''اللہ کے سوا وہ جن کی عبادت کرتے ہیں، ان کو برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی حد سے تجاوز کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔'' (انعام:۱۰۸) معلوم ہوا کہ دوسروں کے مذہبی افعال کی بے احترامی اور مذہبی مقدسات کی اہانت سے بچنے کا حکم ہے، یہی حکم مکہ کے مخلوط ماحول میں مسلمانوں کو دوٹوک انداز میں ہدایت دی: ''آپ کہہ دیجئے: اے ایمان سے انکار کرنے والو! نہ تو میں اس کی عبادت کرتا ہوں، جس کی تم پوجا کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو، جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور (آئندہ بھی) نہ میں اس کی عبادت کروں گا، جس کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم (موجودہ صورت حال کے اعتبار سے) اس خدا کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تو تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔'' (کافرون:۶۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی روکا ہے کہ ہم مسلمان اپنی شناخت و پہچان کو مٹا کر دوسری قوموں کی شناخت و پہچان اختیار کریں: چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

اے ایمان والو (ان) یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تو تم میں سے جو اُن سے دوستی کرے گا، بے شک وہ بھی اُنہیں میں سے (شمار) ہوگا۔ (مائدہ:۵۱)

دلوں کا حال اللہ کو معلوم، لیکن ظاہری لباس و پوشاک اور حالت کے ذریعہ ایسی مشابہت کا اظہار جو لباس و پوشاک اور حالت ان کی شناخت ہو، بھی اس میں شامل ہے، اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا: **من تشبه بقوم فهو منهم۔** (ابوداؤد، باب فی لبس الشهرة، حدیث:۴۰۳۱، طبرانی حدیث :۸۳۲۷) ''جس کسی نے کسی اور قوم کی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت و محبت بارگاہ رسالتؐ میں

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بچپن سے ہی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرا تعلق تھا اسی لئے آفتاب رسالت کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے مگر عشق کا یہ تاثر ہے کہ انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی۔ جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھیں، اس صادق اور امین ذات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیری، شجاعت و بہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلاخوف و خطر چارپائی پر لیٹ گئے نبی علیہ السلام کے حکم پر جان کی بازی لگا دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی قوت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا آپؐ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنسو بہاتے تاہم درد کا درماں اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا۔''

عشق رسول، ص:۷۳/۷۴)

مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔'' نیز تھوڑے سے الفاظ کے فرق کے ساتھ فرمایا: **لیس منا من تشبہ بغیرنا۔** (ترمذی، الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی کراھیۃ اشارۃ الید بالسلام۔ حدیث: ۲۶۹۵، طبرانی حدیث: ۷۳۸۰) ''جس نے ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام نے غیروں کو اسلامی عبادت کرنے اور اسلامی لباس و پوشاک اختیار کرنے کا یہ حکم دیتا ہے اور نہ ہی ان کو ترغیب دیتا ہے۔

اس وقت CAA، NRC اور NPR کے خلاف پورے ملک میں صدائے احتجاج بلند ہے، یہ حق و صداقت اور عدل انصاف کی لڑائی ہے، یقیناً وہ لوگ قابل ستائش و تحسین، مبارکباد اور تمام باشندگان ہند کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، جو بلا امتیاز مذہب وملت اور مسلک ومشرب کے اس میں شریک ہیں، اور سب ایک دوسرے کو گلے لگا کر احتجاج کررہے ہیں، اور خوب یکجہتی ویگانگت کا ثبوت دے رہے ہیں، یقیناً یہ اچھی چیز ہے، البتہ بسا اوقات اس میں اتنا غلو ہوجاتا ہے کہ مسلمان بھائی بہنیں اپنی شناخت سے محروم ہوجاتی ہیں، یکجہتی اور یگانگت کے خلوص میں حد اعتدال کو پار کرجاتے ہیں جیسے غیر کی مذہبی پہچان پیشانی پر قشقہ کا لگانا ہے، وہ لگالیتے ہیں، جے شری رام کا نعرہ میں ہم آواز ہوجاتے ہیں اور وندے ماترم میں شریک ہوجاتے ہیں، یہ اچھی چیزیں نہیں ہیں۔ شاید شاعر منور ہاشمی نے ایسے ہی موقعوں کے لئے کہا ہے:

محبتوں میں بھی لازم ہے اعتدال کا رنگ
خلوص حد سے بڑھا جب تو لوگ بھی ڈر گئے

شرعی نقطہ نظر سے یہ ہمارے اسلامی عقائد کے خلاف بھی ہے، اس لئے کسی مسلمان مرد اور عورت کے لئے پیشانی پر قشقے لگانا، جے شری رام کے نعرے لگانا اور وندے ماترم پڑھنا شرعاً درست نہیں ہوگا، یہ مذہبی انضمام ہے، یگانگت و اتحاد نہیں ہے، مذہبی انضمام کا مطلب، غیر کے مذہب کی تائید کرنا، جس کا سیدھا سادہ مفہوم نکل کر آتا ہے کہ غیر مذہب درست و برحق ہے، اور غیر کو یہ پیغام دینا ہوتا ہے کہ آپ جس مذہب کو مانتے ہیں، وہ مذہبی درست اور آپ کا عقیدہ صحیح ہے۔ آپ اس پر قائم اور ثابت قدم رہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ہم خالص اسلامی نعرے لگانے شروع کردیں، جیسے: لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، نعرہ تکبیر اللہ اکبر وغیرہ اور خلافت قائم کرنے کی بات شروع کردیں، یقیناً بات برحق اور درست ہیں، لیکن ہر درست بات ہر جگہ نہیں کہی جاتی ہے، درست بات یا درست نعرہ لگانے کے لئے درست اور صحیح موقع بھی ہونا ضروری ہے، یہاں اس کا موقع نہیں ہے، کیونکہ یہ احتجاج صرف مسلمانوں کا نہیں ہے بلکہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بودھ اور کمیونسٹ سب مل کر احتجاج کررہے ہیں، اور انصاف کی لڑائی لڑ رہے ہیں، یہاں کسی ایک مذہب والے کا اپنے مذہبی نعرہ پر اصرار کرنا احتجاج کو ایک طرف ایک خاص گروہ کی پہچان بنانا ہوگا اور دوسری طرف اس احتجاج کو کمزور کرنا ہوگا اور دشمن کی سازش کو تقویت پہنچانا اور اس کو کامیاب بنانا ہوگا۔

یہ موقع مشترک باتوں کو لے کر آگے بڑھنے کا ہے، حب الوطنی سیکولر نعرے ہوں، جیسے آزادی، انقلاب زندہ باد، اسی طرح قومی یکجہتی کے طور پر مسلمان مرد ٹوپی لگا کر احتجاج میں شریک نہ ہوں بلکہ ٹوپی اتار دیں، اس سے غیروں کو مسلمانوں کے خلاف افواہ پھیلانے کا موقع ملتا ہے اور ہندوؤں کو بھڑکانے کا بہانہ ملتا ہے، اسی طرح جھنڈا قومی ہو مذہبی نہ ہو، قانون بچاؤ، ملک بچاؤ، دستور بچاؤ، عدل و انصاف چاہئے، حقوق چاہئے اور امن وامان وغیرہ چاہئے مطالبے ہوں، اس سلسلے میں ہمیں قرآن اسی کی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے کہا: ''اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔'' (آل عمران: ۶۴) اس وقت یہی اعتدال پسندیدہ حکمت عملی ہے، اسی سے کامیابی ملے گی، اور ہماری کشتی عافیت کے ساتھ ساحل کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوگی۔

○○

ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی

کاش میں بے گناہ ثابت نہ ہوتا!

رہائی پاکر میں جیل سے باہر آیا تو بڑے بھائی میرا انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے بڑے پیار سے مجھے گلے لگایا اور گاڑی میں بٹھایا۔ گاڑی روانہ ہوئی اور میں ماضی کی یادوں میں کھوگیا۔

گاؤں میں تعلیم کا بالکل ماحول نہ تھا۔ بچے کم عمری ہی میں کمانے کے لئے گھر سے نکل جاتے تھے۔ ابا کو تعلیم دلانے کا بہت شوق تھا۔ انہوں نے ہم دونوں بھائیوں کا داخلہ قریب کے قصبہ میں قائم اسکول میں کرادیا تھا۔ وہاں سے میں نے آٹھویں پاس کیا تو ابا نے میرا داخلہ شہر کے ایک اچھے اسکول میں کرادیا۔ انٹر کے بعد بھائی کو انہوں نے اپنے ساتھ کام میں لگالیا، لیکن میری تعلیم جاری رہی۔ میں نے بی اے کرلیا تو اماں کو میری شادی کی فکر ہوئی۔ میں مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ابا بھی اسی کے حق میں تھے، لیکن اماں کا اصرار غالب آیا اور رقیہ میری زندگی میں بہار بن کر آگئی۔ گھر کے سب لوگ اس سے بہت خوش تھے۔ ایک سال بعد اللہ نے ایک چاند سا بیٹا عطا کیا۔

میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی آگیا اور ایک مسلم محلے میں کرایہ پر ایک کمرہ لے کر رہنے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بابری مسجد کے انہدام کو ایک سال ہوگئے تھے۔ ایک رات اچانک دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا دروازہ کھولا تو پولیس والے بندوق تانے کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھے اس طرح اُچک لیا جیسے چیل جھپٹا مار کر مرغی کے چوزے کو اچک لیتی ہے۔

مجھے بابری مسجد کے انہدام کی پہلی برسی کے موقع پر بم دھماکوں کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ میں نے لاکھ انکار کیا، لیکن میری کچھ نہیں سنی گئی۔ کچھ تھیلوں پر میرے فنگر پرنٹس لئے گئے اور چارج شیٹ میں دکھا دیا گیا کہ مجھے بھاری مقدار میں آر ڈی ایکس کے ساتھ گرفتار کیا گیا ہے۔ مجھے شدید جسمانی اذیتیں دی گئیں اور جب تک میں نے اقبالیہ بیان پر دستخط نہیں کردیئے مجھے ان سے چھٹکارا نہیں ملا۔

ابا کو پتہ چلا تو انہوں نے مقدمہ لڑنے کا ارادہ کیا۔ اوسط آمدنی کے ساتھ وہ وکیلوں کی بھاری فیس کیسے ادا کرتے؟ انہوں نے ۵ بیگھے (ایکڑ) زمین فروخت کردی۔ مجھ پر ٹاڈا کیس لگایا گیا تھا، جس میں اقبالیہ بیان کو ثبوت سمجھا گیا ہے۔ عدالت نے عمر قید کی سزا سنائی۔ اسے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔ ہائی کورٹ نے سزا بحال رکھی تو اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔

ابا کے ہاتھ اب خالی ہوگئے تھے۔ رشتے داروں نے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ ۱۲ سال بیت گئے تھے۔ ایک دن خبر ملی کہ ابا غم کی تاب نہ لاکر چل بسے۔ اس دن میں خوب رویا تھا۔ رہائی کی رہی سہی امید معدوم ہوگئی تھی۔ مجھ کو یقین ہوگیا تھا کہ میں اب کبھی باہر کی کھلی ہوا میں سانس نہ لے سکوں گا۔ پھر تو میں نے آنکھیں موندلیں اور پتہ ہی نہ چلا کہ مزید ۱۱ سال کیسے بیت گئے؟ مجھے کچھ پتہ نہیں کہ پھر کیا ہوا؟ حالات نے کیسے پلٹا کھایا؟ کس نے میرے مقدمے کی پیروی کی؟ اور میرے اقبالیہ بیان کے باوجود کیسے عدالت پر میری بے گناہی واضح ہوگئی؟ ایک دن اچانک مجھے جیل کے ساتھیوں نے بتایا کہ کل مجھے رہا کردیا جائے گا۔

گاڑی جھٹکے سے رکی تو میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ ۵ گھنٹے کیسے بیت گئے مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ بھائی نے کہا: اترو، گھر آگیا۔ مجھے لگا، یہ نہ میرا گاؤں ہے، نہ میرا گھر۔ میرے سامنے اجنبی چہرے تھے۔ میں تو ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتا تھا۔ مجھے ایک چھوٹے سے کھپریل

کے گھر میں لے جایا گیا۔ میرا گھر تو بہت کشادہ تھا۔ اس سے ملا ہوا ایک باغ تھا۔ اس کے سامنے ایک وسیع میدان تھا۔ بھائی نے بتایا کہ ابا بہت مقروض ہوگئے تھے، بہن کی شادی بھی کرنی تھی، اس لئے انہوں نے باغ اور میدان بیچ دیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد مزید تنگی آئی تو آدھا گھر بھی بیچنا پڑا تھا۔

میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا، پورا گھر بھرا ہوا ہے۔ سب کے چہرے خوشی و مسرت سے کھلے ہوئے ہیں، لیکن میرا چہرہ کسی قسم کے تاثر سے خالی تھا۔ ایک بوڑھی خاتون آکر مجھ سے لپٹ گئیں۔ بھائی نے بتایا: یہ اماں ہیں۔ مجھے یقین نہ آیا۔ ۲۳ سال میں تو میں ان کی صورت بھول چکا تھا۔

مجھے ایک کرسی پر بٹھادیا گیا، بھائی سب لوگوں کا تعارف کرانے لگے:

یہ لبنیٰ ہے چھوٹی بہن، اس کی شادی ابو نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کردی تھی، یہ برابر میں اس کی بیٹی کھڑی ہے، جو ۱۲ سال کی ہوگئی ہے۔ یہ بھتیجی صالحہ ہے، تمہارے جیل جانے کے وقت ایک سال کی تھی، دو سال قبل اس کی شادی ہوگئی ہے۔ یہ پھوپھی زاد بہن طیبہ ہے۔ تم سے دو سال چھوٹی تھی، پچھلے سال یہ دادی بن چکی ہے۔ یہ تمہارا بیٹا ہے، عبدل، اس کی تعلیم بالکل نہیں ہوسکی، اس لئے کہ ہم سب مصارف برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

پیچھے سے اماں ایک عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے لائیں اور میرے آگے کردیا۔ یہ تمہاری بیوی رقیہ ہے۔

جی میں آیا کہ میں زور زور سے چیخ کر بتاؤں کہ نہیں، یہ رقیہ نہیں ہوسکتی، میں رقیہ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں، اس کا چاند سا چہرہ اب بھی میری نگاہوں میں گھوم رہا ہے۔ اس نے ۲۳ برس قبل میرے دہلی کے لئے رخصت ہوتے وقت آنکھوں میں آنسو بھر کر پوچھا تھا: کب تک آئیں گے؟ اور میں نے جواب دیا تھا: ۳ مہینے کی تو بات ہے، عید میں تمہارے ہی ساتھ کروں گا۔

میں نے کچھ بولنا چاہا، لیکن میری زبان گنگ ہوگئی۔ سب خوشی کا اظہار کررہے تھے، لیکن میرے اوپر سکتہ طاری تھا، کسی قسم کے تاثر سے عاری۔ پورا گھر بھرا ہوا تھا، لیکن میں اردگرد سے بے خبر تھا۔ لوگ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے، لیکن مجھے ان کی آوازیں بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

میرا وجود ایک زندہ لاش بن چکا تھا اور بھلا لاش کہیں بولتی ہے، کہیں بات چیت کرتی ہے، کہیں سوالات کے جواب دیتی ہے۔ میں خود کو مجرم سمجھنے لگا۔ اپنے ابا کا جنہیں میں آرام کیا پہنچاتا، وہ مجھے رہائی دلانے کی فکر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اپنی اماں کا، جو میرے غم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی تھیں۔ اپنے بچے کا، جو اپنے باپ کے زندہ رہتے ہوئے بھی یتیم رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ جس طرح میرے ابا نے مجھے تعلیم دلائی ہے، اسی طرح میں بھی اسے اعلیٰ تعلیم دلاؤں گا، لیکن وہ جاہل رہ گیا۔ اپنی بیوی کا، جس نے سہاگن رہتے ہوئے بیوہ بن کر زندگی گزاری۔

میں نے سوچا: کاش میری بے گناہی ثابت نہ ہوئی ہوتی۔ میں نے جیل کی چہار دیواری کے اندر ہی پوری عمر گزار دی ہوتی اور وہیں میری موت آجاتی۔ نہ میں اپنے ان عزیزوں کو دیکھتا، نہ یہ مجھے دیکھ پاتے۔ یوں بھی میں ان کے لئے مرچکا تھا۔ اب ان کے درمیان زندہ لاش بن کر جینے کا کیا فائدہ۔

عدالت نے مجھے بے گناہ قرار دے کر جیل سے رہائی دلائی ہے، لیکن میں اقبالیہ مجرم ہوں، میں گناہگار ہوں اپنے ان عزیزوں کا۔ کاش کوئی اس کی سزا میں مجھے پھر جیل کے اندر کروادے۔

(گزشتہ دنوں، راجستھان میں ایک کیس میں ماخوذ کچھ مسلم نوجوانوں کو ۲۳ برس جیل میں قید رکھے جانے کے بعد بے قصور قرار دے کر رہا کردیا گیا۔ یہ خبر پڑھ کر مجھے اپنی یہ تحریر یاد آگئی، جو میں نے ۳ برس قبل اسی طرح کے ایک واقعہ سے متاثر ہوکر لکھی تھی۔ مسلم نوجوانوں کے تعلق سے یہ واقعہ کئی بار دہرایا جاچکا ہے۔ کیا ۲۳ کے ہندسے کو مسلم نوجوانوں سے کوئی خاص مناسبت ہے؟ اپنی یہ تحریر میں نے جتنی بار بھی پڑھی، اپنے آنسوؤں کو ضبط نہ کرسکا)۔

○○○

یہ انسانی فطرت بھی ہے اور اس کا ذوق ومزاج بھی کہ وہ طبعاً کسی ایسے کام پر آمادہ نہیں ہوتا جو اسے نقصان سے دوچار کردے۔ اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو کام بھی کرے، وہ نفع بخش اور سودمند ہو، ہاں کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ عجلت یا ناواقفیت کی بنیاد پر کوئی اور معاملہ فہمیوں کے باوجود وہ ایسے امور انجام دے بیٹھتا ہے جو اس کے مالی حیثیت اور عزت ووقار کو خاک میں ملادیتے ہیں۔ خواہش اس کی نہیں ہوتی نہ وہ ایسا ارادہ رکھتا ہے اور نہ کوئی گوشہ ایسا چھوڑنا چاہتا ہے جہاں سے اسے نقصان پہنچے مگر پھر بھی آدمی، آدمی ہی ہے، تمام تر سوجھ بوجھ اور دانشمندیوں کے ایسے افعال بھی اس سے صادر ہوجاتے ہیں جو اسے گھاٹے کی طرف لے جاتے ہیں۔ تجارت ہو، کاروبار ہو، ملازمت ہو یا معاش کے دوسرے ذرائع سب میں وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے اور سوچ سمجھ کر کام پورے کرتا ہے۔ یہ تو انسانی فطرت تھی، اب ماحول کی طرف آیئے، جس ماحول میں آدمی رہتا ہے اس ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جن لوگوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے ان کی عادات واخلاق کو غیر ارادی طور پر اختیار کرلیتا ہے بلکہ ان کی سوچ اور فکر بھی اس کے دل ودماغ پر قبضہ جمالیتی ہے، اس کی اپنی صلاحیتیں کند ہوجاتی ہیں اور فکر کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں، یہ تو ایک طے شدہ امر ہے کہ آدمی جیسی صحبت اختیار کرے گا، ویسے ہی اثرات مرتب ہوں گے۔ نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا تو نیکیوں کا غلبہ ہوگا، برے لوگوں کے پاس بیٹھے گا تو برائیوں سے مغلوب ہوگا۔

اس لئے جن کو اللہ نے صالح فکر سے نوازا ہے وہ کبھی بھی ایسی سمت میں نہیں جاتے اور نہ ایسے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں جہاں سے ان میں بری عادتیں پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔ اچھے لوگوں کے قریب رہ کر ان کی عادتیں اور کردار کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ان کو موقع ملتا ہے تو نیک اور اللہ والوں کے پاس جاتے اور کچھ وقت گذارتے ہیں۔ قرآن کریم نے خود اچھے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو لوگ (دین کے پکے اور) سچے ہیں ان کے ساتھ رہو۔ (سورہ توبہ:۱۱۹)

جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور جو اس کی آیات اور احکامات پر عمل کررہے ہیں ان کے پاس بیٹھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اپنا ایمان بھی مضبوط ہوگا اور عمل کا جذبہ بھی شدید ہوگا۔ وہ لوگ جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے اور اس کی قدرت کاملہ کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس آنا جانا نہیں کرنا چاہئے نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے کے فوائد یقیناً سامنے آئیں گے، ایمان تازہ ہوگا، حلال وحرام کی تمیز پیدا ہوگی، اخلاق نظیف ہوں گے، کردار پاکیزہ بنے گا، ظاہری حالت میں بھی تبدیلی آئے گی، باطن بھی انقلابی کیفیت سے گزرے گا، خوف خداوندی پیدا ہوگا، بغاوت اور تمرد سے دوری ہوگی، غیبت، چغلخوری، عیب جوئی، بدکلامی، بدزبانی، بیہودہ گفتگو، لایعنی باتیں کرنے سے آدمی محفوظ رہے گا۔ اس کی زبان پر اللہ اور اس کے رسول کا نام رہے گا۔ ان کے ذکر اور فکر سے زندگی کی رونقیں اور لطافتیں باقی رہیں گی، اس سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم جن لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں ان میں سب سے اچھا کون شخص ہے؟ اب یہ (کہ اسی کے پاس بیٹھا کریں) آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا شخص پاس بیٹھنے کے لئے سب سے اچھا ہے کہ جس کا دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلادے اور اس کا بولنا تمہارے علم (دین) ترقی دے

اور اس کا عمل تم کو آخرت کی یاد دلا دے۔ (رواہ ابویعلی الموصلی)

خدا کی اس زمین پر ایسے بندوں کی کمی نہیں ہے کہ جن کے چہروں پر اگر نظر پڑتی ہے تو بلاشبہ اللہ کی یاد آتی ہے اور جب وہ بولتے ہیں تو علم کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے عمل کو دیکھنے کے بعد انسان کو آخرت کی یاد آتی ہے۔ منشاء رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہ ہے کہ صحبت ایسے لوگوں کی اختیار کی جائے جو نیک طبع، نیک خیال، نیک خو، نیک عادت اور نیک کردار ہوں، جب ان کے پاس اٹھا بیٹھا جائے گا تو اس کا فائدہ بھی یقیناً ہماری زندگی میں دیکھا اور محسوس کیا جائے گا۔ یہ وہ علامتیں ہیں جو حدیث میں بیان کی گئیں۔ دیگر احادیث میں بھی اللہ کے ان بزرگ و برتر انسانوں کی نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ہم نشین اور بدہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک لئے ہوئے ہو (یہ مثال ہے نیک صحبت کی) اور ایک شخص بھٹی کو دھونک رہا ہو (یہ مثال ہے بدصحبت کی) سو وہ مشک والا تو تجھ کو مشک دے گا اور یا (اگر نہ بھی دیا تو) اس سے تجھ کو خوشبو ہی پہنچ جاوے گی اور بھٹی کا دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا (اگر کوئی چنگاری آپڑی) اور یا اگر اس سے بھی بچ گیا تو اس کی گندی بو ہی تجھ کو پہنچ جاوے گی۔

مرایہ ہے کہ نیک آدمی کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے اگر کامل فائدہ بھی نہ ہوا تو کچھ نہ کچھ تو فائدہ حاصل ہوگا ہی اور برے آدمی کی ہم نشینی اختیار کرنے میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: کسی کی صحبت اختیار مت کرو بجز ایمان والے کے۔ (صحیح ابن حبان)

اس حدیث کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کافر کے پاس مت بیٹھو اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس نہ جاؤ کہ جس کا ایمان کامل نہ ہو۔ مومن کے پاس جانے سے مومنانہ افکار پیدا ہوں گے کافر کے پاس نشست کرنے سے خدانخواستہ برے خیالات اور وساوس دل میں جگہ بنالیں گے۔

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو اس دین کا (بڑا) مدار ہے جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرسکتے ہو۔ ایک تو اہل ذکر کی مجالس کو مضبوط پکڑ لو (اور دوسرے) جب تنہا ہوا کرو جہاں تک ممکن ہو ذکر اللہ کے ساتھ زبان کو متحرک رکھو (اور تیسرے) اللہ ہی کے لئے محبت رکھو اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھو۔ ○○

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی ہندی پستکیں

کتاب کا نام	لیکھک	مولیہ
منسبے پیگمبری	مو0 سے0 ابول حسن علی حسنی ندوی	100.00
نبیوں کے کسے 1,2	"	120.00
نبی–ے–رحمت	"	250.00
دستورے حیات (جیون کا پتھ–پردرشک)	"	70.00
سبھیتا اور سنسکرتی پر اسلام کی	"	70.00
بھارتیہ مسلمان ایک دریشٹی میں	"	80.00
مدینے کی ڈگر	"	70.00
مانوتا کا سندیش	"	50.00
مانوتا کا استر	"	50.00
اچھے–اچھے نام اللہ کے	"	25.00
اسلام ایک پریچے	"	40.00
اسلام کیا ہے؟	مولانا منظور نومانی	60.00
آدرش شاسک	مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی	35.00
طوفان سے ساحل تک	مو0 اسد	50.00
محمد صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا سیدیہ مو0 رابے حسنی ندوی	250.00
تحفہ–ے–رمضان	"	40.00
ہمارے حضور	امتاللہ تسنیم	20.00
اسلام اور اسلامی	مولانا الیاس ندوی بھٹکلی	35.00
سیرت سلطان ٹیپو شہید	"	220.00
	Total	1635.00
	Rate After Disc & Including Postal Charges	1000.00

Ph.: 0522-2741539, A/c : 10863759700, SBI Main Br. Lucknow, IFSC : SBIN0000125

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

انسانیت کیلئے مشعل راہ

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہری تعلیمات

فصاحت وبلاغت کے پیکر اور بے مثال ادیب عرب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم (اقوال زریں) سے نوازا گیا ہے۔ (صحیح بخاری) جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی سی عبارت میں بڑے وسیع معانی کو بیان کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک اہم ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس وقت آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ سے پڑھنے کے لئے کہا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھ نہیں سکتا ہوں) کہہ کر معذرت چاہی، لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی خاص الخاص تربیت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کو رہتی دنیا تک اسوہ بنا دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال زریں سے مستفید ہونے والے حضرات بڑے بڑے ادیب وفصیح وبلیغ بن کر دنیا میں چمکے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلے بعض جملے رہتی دنیا تک عربی زبان کے محاورے بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ ونصیحت، خطبے، دعا اور رسائل سے عربی زبان کو الفاظ کے نئے ذخیرہ کے ساتھ ایک منفرد اسلوب بھی ملا۔

یہ ایک معجزہ ہی تو ہے کہ مَا اَنَا بِقَارِئٍ کہنے والا شخص کچھ ہی عرصہ بعد ایک موقع پر ارشاد فرماتا ہے: میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں قبیلہ قریش سے ہوں اور میری رضاعت قبیلہ بنی سعد میں ہوئی۔ (الفائق فی غریب الحدیث للزمخشری) یہ دونوں قبیلے اس وقت اپنی زبان وادب میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: میں سرزمین عرب بہت گھوم چکا ہوں، بڑے بڑے فصحاء کے کلام کو سنا ہوں، لیکن آپ سے زیادہ فصیح کسی شخص کو نہیں پایا۔ آپ کو کس نے ادب سکھایا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سے نوازا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فصاحت وبلاغت کا ایسا معیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا جس کی نظیر قیامت تک ملنا ناممکن ہے اور آپ کے اقوال زریں انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے خاص کر حجۃ الوداع کے موقعہ پر دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری اہم خطبہ نہ صرف جوامع الکلم میں سے ہے بلکہ حقوق انسانی کا بنیادی منشور بھی ہے۔ اس خطبہ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل مختصر وجامع الفاظ میں انسانیت کے لئے ایسے اصول پیش کئے جن پر عمل کر کے آج بھی پوری دنیا میں امن وامان قائم کیا جا سکتا ہے۔

جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال زریں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، وہیں شریعت اسلامیہ میں ان اقوال زریں کو یاد کر کے محفوظ کرنے کی بھی خاص فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت کے فائدہ کے واسطے دین کے کام کی چالیس احادیث یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ حدیث متعدد صحابۂ کرام سے روایت ہے اور حدیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے۔ حدیث

میں مذکورہ ثواب کے حصول کے لئے سینکڑوں علماء کرام نے اپنے اپنے طرز پر چالیس احادیث جمع کی ہیں۔ صحیح مسلم کی سب سے مشہور شرح لکھنے والے امام نوویؒ کی چالیس احادیث پر مشتمل کتاب "الاربعین النوویة" پوری دنیا میں کافی مقبول ہوئی ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں وارد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس فرمان پیش خدمت ہیں جن میں علم ومعرفت کے خزانے سمودئے گئے ہیں اور یہ اعلیٰ اخلاق اور تہذیب وتمدن کے زریں اصول ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ان احادیث کو یاد کرکے ان پر عمل کریں اور دوسروں کو پہنچائیں تاکہ غیر مسلم حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعلیمات سے واقف ہوکر اسلام سے متعلق اپنے شک وشبہات دور کرسکیں۔

بخاری ومسلم میں وارد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس فرمان: ۱) تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ۲) کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہے۔ ۳) سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ سات بڑے گناہ کونسے ہیں (جو انسانوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شرک کرنا، جادو کرنا، کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کے مال کو ہڑپنا، میدان (جنگ) سے بھاگنا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ ۴) منافق کی تین علامتیں ہیں: جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ ۵) تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔ ۶) اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ عمل زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔ ۷) میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ ۸) پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔ ۹) اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔ ۱۰) جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر ۱۰ مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ ۱۱) مؤمن ایک بل سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا ہے۔ ۱۲) پہلوان شخص وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ ۱۳) مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ اس کی دعوت قبول کرنا۔ چھینک کا جواب یَرْحَمُكَ اللّٰه کہہ کر دینا۔ ۱۴) اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ ۱۵) ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ ۱۶) چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ ۱۷) دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے۔ ۱۸) رشتہ توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ ۱۹) اگر کوئی شخص (روزہ رکھ کر بھی) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ ۲۰) انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات سنے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کردے۔ ۲۱) وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہو۔ ۲۲) تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو اچھے اخلاق والا ہو۔ ۲۳) صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی، اور جو بندہ درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ ۲۴) اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں پر خرچہ کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے یعنی اس پر بھی اجر ملے گا۔ ۲۵) اے نوجوان کی جماعت! تم میں سے جو بھی نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کرلینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جو کوئی نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے لئے نفسانی خواہشات میں کمی کا باعث ہوگا۔ ۲۶) عورت سے نکاح (عموماً) چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کے شرف کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تم دیندار عورت سے نکاح کرو، اگرچہ گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ، یعنی شادی کے لئے عورت میں دینداری کو ضرور دیکھنا چاہئے، خواہ تمہیں یہ بات اچھی نہ لگے۔

۲۷) حلال واضح ہے، حرام واضح ہے۔ ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس کا جانور دوسرے کی چراگاہ سے کچھ چر لے۔ اچھی طرح سن لو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، یاد رکھو کہ اللہ کی زمین میں اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور سن لو کہ جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سن لو کہ یہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔ ۲۸) اللہ کی قسم! مجھے تمہارے لئے غربت کا خوف نہیں ہے بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کہیں تمہارے لئے دنیا یعنی مال و دولت کھول دی جائے اور تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ، پھر وہ مال و دولت پہلے لوگوں کی طرح تمہیں ہلاک کردے۔ ۲۹) اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ ۳۰) جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے تو بس قیامت کا انتظار کرو۔ ۳۱) حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔ ۳۲) مسکین اور بیوہ عورت کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ ۳۳) تمہیں اپنے کمزوروں کے طفیل سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ ۳۴) اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو فروخت کرتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت (قرض وغیرہ کا) فیاضی اور وسعت سے کام لیتا ہے۔ ۳۵) کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو، لیکن فضول خرچی اور تکبر کے بغیر (یعنی فضول خرچی اور تکبر کے بغیر خوب اچھا کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو)۔ ۳۶) رشک دو ہی آدمیوں پر ہوسکتا ہے، ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے مال کو راہ حق میں لٹانے کی پوری طرح توفیق ملی ہوئی ہے۔ اور دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت دی ہے اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ ۳۷) مؤمنین کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں بدن کی طرح ہے۔ بدن میں سے جب کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن نیند نہ آنے اور بخار آنے میں شریک ہوتا ہے۔ ۳۸) آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، پیچھے پیٹھ برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ ۳۹) (سچا) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کے شر) سے مسلمان محفوظ رہیں۔ مہاجر وہ ہے جو اُن کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ ۴۰) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں بھلائی فرض کی ہے، لہذا جب تم (کسی کو قصاصاً) قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو۔ اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو اپنی چھری تیز کرلینی چاہئے اور اپنے جانور کو آرام دینا چاہئے۔

خاتم النبیین وسید المرسلین وخیر البریہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں ہم ان شاء اللہ بڑے بڑے گناہ خاص کر شرک، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، جھوٹ، چغل خوری، جادو، سود، ظلم وزیادتی، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، قطع رحمی، پڑوسیوں کو ایذا رسانی، حرام اور مشتبہ چیزوں کا استعمال، فضول خرچی، تکبر، حسد اور بغض جیسی مہلک برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں گے جو ہمارے معاشرہ میں ناسور بن گئی ہیں، اور اپنے نبی کی تعلیمات کے مطابق صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کریں گے اور اپنے اخلاق کو بہتر سے بہتر بنا کر استقامت کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی میں ہی اخروی دائمی زندگی کی تیاری کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فصاحت وبلاغت کے پیکر اور بے مثال ادیب عرب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم (اقوال زریں) کو سمجھ کر پڑھنے والا، ان کے مطابق عمل کرنے والا اور ان قیمتی پیغامات کو دوسروں تک پہنچانے والا بنائے، آمین، ثم آمین۔

○○○

فداء المصطفیٰ قادری مصباحی، کرناٹک

کیا یہ "مسلم مکت بھارت" کی تیاری ہے!

پیٹرول اپنے آپ میں کسی کے لئے نقصان دہ نہیں بلکہ گاڑیوں اور دوسری مشینری کے لئے مفید ہے لیکن یہی پیٹرول اگر آگ سے مل جائے تو یہ گھر، محلہ، شہر بلکہ پورے ملک کو تباہ و برباد کر دینے کے لئے کافی ہے۔

کچھ ایسا ہی حال CAB کا ہے اگر صرف سی اے بی کی بات کریں تو یہ مسلمان کے علاوہ ساری قوموں کے لئے مفید ہے اور بذات خود مسلمانوں کے لئے بھی کچھ نقصان دہ نہیں (ہندوستانی دستور سے قطع نظر کرتے ہوئے)، مگر اسی CAB کو جب NRC سے ملا دیا جائے تو یہ دونوں مل کر آگ اور پیٹرول کا کام کریں گے، جس طرح آگ اور پیٹرول مل کر پورے ملک کو خاکستر کر سکتے ہیں اسی طرح NRC اور CAB مل کر ہندوستان سے مسلمان کا صفایا کر دیں گے۔

کیا CAB کے بعد NRC آئے گا؟: اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا CAB کے بعد NRC بھی آئے گا؟ تو یاد رکھیں کہ CAB کی ضرورت ہی پڑی ہے NRC کی راہ صاف کرنے کے لئے۔ شاید آپ کو امت شاہ کا وہ بیان یاد ہوگا جس میں اس نے کہا تھا: "ہندوؤں اور دوسری قوموں کو NRC سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ NRC سے پہلے CAB لاکر انہیں Safe کر لیا جائے گا۔" اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ CAB کی کارروائی پوری ہونے کے بعد NRC لگایا جائے گا، جو ہندوستان سے مسلمانوں کا صفایا کر دے گا۔

ملک سے مسلمانوں کا صفایا: اگر آپ CAB اور NRC کے فلسفہ کو باریکی سے سمجھے گے تو آپ بھی یہی کہیں گے:

MMB=CAB+NRC

(MUSLIM MUKT BHARAT)

اب آیئے اسے سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ ایک بات کو یاد رکھئے کہ NRC میں اپنی شہریت (Citizenship) ثابت کرنے کے لئے آپ کو زمیں کے وہ کاغذات جمع کرنے پڑیں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ 1971 سے پہلے آپ کا خاندان ہندوستان میں تھا، یعنی 1971 سے پہلے کے زمینی کاغذات آپ کے پاس ہونے چاہئے، اگر نہ ہوئے تو آپ گھس پیٹھیے ثابت کر کے ملک سے نکال دیئے جائیں گے۔

ایک اندازہ: ایک اندازے کے مطابق ہندوستان کے شہروں اور دیہاتوں میں تقریباً 15% سے زیادہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس اپنی زمین نہیں ہے، وہ برسوں سے یا تو PWD کی زمین پر رہ رہے ہیں (PWD کی زمین پر رہنے والوں کی تعداد شہروں میں بہت زیادہ ہے) یا پھر Wastelands پر، کچھ وہ ہیں جو راجاؤں اور جاگیرداروں کی عطیہ کردہ زمین پر بھی رہتے ہیں (ان کے پاس ان زمینوں کا کوئی کاغذ نہیں) کچھ فٹ پاتھ پر اور جھگیوں میں۔

ہندوستان کی کل آبادی تقریباً ایک سو پینتیس کروڑ ہے اور ان میں بغیر کاغذاتی زمین پر رہنے والے 15% جس کا کل عدد بیس کروڑ پچیس لاکھ ہوگا، اب اگر ان میں سے آدھے لوگوں کو مسلمان مانا جائے تو ان غیر کاغذاتی زمینوں پر رہنے والے مسلمان

کل آبادی کا 75% حصہ ہوں گے۔ اس حساب سے ایک سو پینتیس کروڑ کا 75% ہوگا۔ دس کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ 100000000.125 ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی 14.28 یعنی تقریباً بیس کروڑ اور ان بیس کروڑ میں سے دس کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ تو وہ نکل گئے جن کے پاس زمین کے کاغذات ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ 1971 سے پہلے کے کاغذات دکھائیں۔

یعنی اگر NRC زمینی کاغذات کی بنیاد پر ہو (جیسا کہ آسام میں ہوا) تو 10.125 کروڑ ایسے مسلمان ملک بدر کردیئے جائیں گے جو صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ ایک اندازہ ہے ممکن ہے کہ غیر کاغذاتی زمینوں پر رہنے والے مسلمانوں کی تعداد 60% یا 70% تک پہنچ جائے (کیونکہ ان زمینوں پر رہنے والوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے) پھر سوچئے کتنے لوگ نکالے جائیں گے؟ اور ہاں! بنگلہ دیشی اور روہنگیا مسلمان مذکور تعداد سے خارج ہیں اگر انہیں بھی جوڑ لیں تو یہ تعداد کس حد تک پہنچ سکتی ہے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ CAB اور NRC کا مقصد کیا ہے؟

یہ RSS کا بہت پرانا ایجنڈا تھا کہ ''مسلمان مکت بھارت'' ہو اور آج BJP اسی ایجنڈے پر CAB اور NRC کی شکل میں عمل کر رہی ہے۔

ہماری ذمہ داری: ان حالات میں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم کسی بھی حال میں اس مسلم مخالف قانون کو نافذ نہ ہونے دیں، اگر ہم لوگوں نے تھوڑی بھی کوتاہی برتی تو ''برمی مسلمانوں'' کی طرح ہندوستان میں ہماری بھی نسل کشی کردی جائے گی۔

افسوس اتنی بڑی مصیبت سے دوچار ہونے کے بعد بھی اگر ہمیں راتوں کو اچھی نیند آتی ہے تو سمجھ لیں کہ ہمارا ضمیر مرگیا ہے۔

کوئی معجزہ ہوگا

ہم میں سے کچھ لوگوں کا سکون اور ان کی طمانیت یہ بتا رہی ہے کہ وہ لوگ شاید کسی معجزہ کے منتظر ہیں، اگر کوئی اس خیال خام میں مبتلا ہے تو یاد رکھے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اعمال بنی اسرائیل جیسی اور امید اصحاب کہف والی!

یہ منھ اور مسور کی دال!

آج اگر ہمیں اپنے وجود کی فکر ہے تو ہم سبھوں کو سر پر کفن باندھے سڑکوں پر اترنا پڑے گا، اس ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھانی پڑے گی، اپنا حق مانگنا پڑے گا اور اگر مانگ کر نہ ملے تو چھین کر لینے کا جذبہ پیدا کرنا پڑے گا۔

مسلمانو یاد رکھو! ہمارا تعلق اس قوم سے ہے جس کے تین سو تیرہ افراد نے ہزاروں کو دھول چٹایا تھا، ہم اس قوم سے ہیں جس قوم کے افراد جب جنگ کے لئے نکلے تو نہر پار کر کے انہوں نے اپنی کشتیاں صرف اس لئے جلادیں کہ کسی کے دل میں پیچھے پلٹنے کا خیال بھی نہ آئے، ہم ان غیور قائدوں اور سربراہوں کے غلام ہیں جنہوں نے بہتر نفوس قدسیہ کے ساتھ بیس ہزار لوگوں کا مقابلہ کر کے شہید ہوجانا پسند کیا مگر ظالم و جابر شخص کی اطاعت قبول نہیں کی۔

لیکن ہمیں کیا ہوگیا ہے؟

ہمارا خون کیوں سرد پڑ گیا ہے؟

کیا ہمیں اس دن کا انتظار ہے جس دن ہمیں گھس پیٹھیا کہہ کر ملک بدر کردیا جائے گا؟

آج ہم جس حال میں بھی ہیں یہ ہماری خاموشی اور بزدلی کا نتیجہ ہے۔

تین طلاق بل پاس ہوا۔ ہم خاموش رہے۔

کشمیری مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی انتہا کردی گئی۔ ہم خاموش رہے۔

بابری مسجد کی جگہ قانونی طور پر مندر بنانے کا فیصلہ سنایا گیا ہم خاموش رہے۔

اور انہیں خاموشیوں نے ہمیں آج ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں ہمارے لئے اپنا وجود بچانا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ یاد رکھو! یہ خاموش مزاجی تمہیں جینے نہیں دے گی۔

○○○

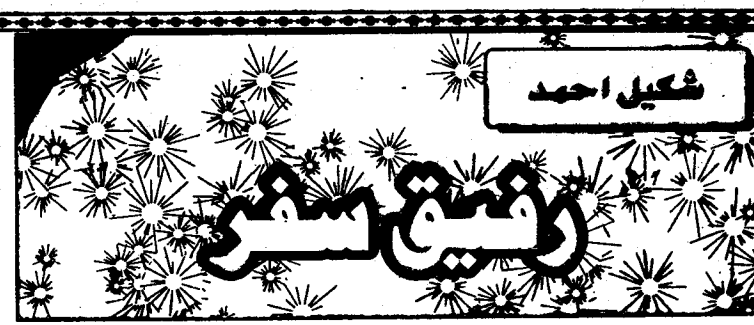

ٹرین صحرا (سینا) سے گزر رہی تھی۔ گڑگڑاہٹ کی مسلسل آواز اور بے ہنگم شور کی وجہ سے پولینڈ کے اس مسافر کے لئے رات بھر سونا ممکن نہ ہوسکا۔ یورپ سے آنے والے اس غیر مسلم (یہودی) نوجوان مسافر کے لئے ماحول اجنبی ہے، اسی لئے وہ وہ اردگرد کی تمام ہی چیزوں کا دلچسپی اور توجہ سے مشاہدہ کررہا تھا۔ اس کے سامنے والی سیٹ پر بڑی سی عبا میں لپٹا بیٹھا عرب مسافر اپنے حلیے سے عام مسلمان (بدو) معلوم ہوتا تھا۔ سردی شدید تھی۔ اگرچہ اس کے پاس مفلر موجود تھا لیکن اس کے باوجود وہ سردی سے ٹھٹھر رہا تھا۔

ٹرین صبح سویرے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی۔ عرب مسافر نے اسٹیشن پر موجود خوانچہ فروش سے ایک روٹی خریدی۔ اپنی جگہ بیٹھ کر روٹی کے دو ٹکڑے کرلئے۔ ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ کر دوسرا سامنے والے مسافر کو پیش کردیا۔ اجنبی مسافر سے روٹی کا ٹکڑا لیتے ہوئے اسے کچھ تردد تو ہوا، لیکن عرب مسلمان کی جانب سے اشاروں اشاروں میں پیہم اصرار پر اسے وہ قبول کرنا ہی پڑا۔

قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک اور مسافر نے یہ معاملہ دیکھا تو رضا کارانہ طور پر ترجمانی کے فرائض انجام دے۔ دریافت کرنے پر اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مترجم نے عرب مسلمان کے بارے میں بتایا کہ یہ کہتا ہے ''تم بھی مسافر ہو اور میں بھی! ہم دونوں کا راستہ بھی ایک ہی ہے۔ تم پھر میری دعوت قبول کیوں نہیں کرتے؟'' اجنبیت کی تمام دیواروں کے باوجود اپنے رفیق سفر کو اصرار کے ساتھ اپنی آدھی روٹی دینے کا یہ عمل تصنع اور تکلف سے بالکل پاک تھا۔

غیر مسلم مسافر پر اس اخلاق کا گہرا اثر ہوا۔ گاڑی منزل مقصود (غزہ) پہنچی تو اس عرب مسافر نے سامان سمیٹا اور باوقار مسکراہٹ کے ساتھ سر کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔ پلیٹ فارم پر استقبال کے لئے آنے والوں سے اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور وہ سب لوگ روانہ ہوگئے۔

اجنبی غیر مسلم مسافر اس عرب مسلمان کے اخلاق سے تو پہلے ہی متاثر ہوچکا تھا۔ پلیٹ فارم پر ملاقاتوں کے حوالے سے خلوص اور محبت کے مجموعی ماحول نے اس کے اندر خواہش پیدا کی کہ ان بااخلاق، مخلص اور ہمدرد لوگوں کی زندگی کا مزید مطالعہ کیا جائے۔ مطالعے کا سلسلہ شروع ہوا تو محض چار سال بعد اس غیر مسلم نوجوان نے اسلام قبول کرلیا۔ آج کی دنیا اس نوجوان مسافر کو نامور مصنف اور ممتاز عالم ''علامہ محمد اسد'' کے نام سے جانتی ہے۔ علامہ اسد نے نہ صرف اسلام پر کئی دعوتی کتب تحریر کیں بلکہ قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے علاوہ صحیح بخاری کے مختلف حصوں کو انگریزی زبان میں منتقل بھی کیا۔

ٹرین کے سفر کے دوران پیش آنے والے مذکورہ واقعے کو علامہ محمد اسد نے اپنی کتاب ''اے روڈ ٹو مکہ'' میں بیان کیا۔ ان کے مطابق یہ واقعہ ۱۹۲۲ء میں پیش آیا تھا جب ان کی عمر محض ۲۲ سال تھی۔ ۱۹۲۶ء میں ۲۶ سال کی عمر میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد سے ۱۹۹۲ء تک، جب اسپین میں ان کی وفات ہوئی، وہ مسلسل اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہے۔ بلاشبہ علامہ محمد اسد نے سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا تھا لیکن اسلام کی جانب ان کی توجہ مبذول کرانے میں بہت سے واقعات کا دخل رہا۔

ٹرین کے اس سفر میں شریک عرب مسافر کو، جو علامہ اسد کے قبول اسلام میں ایک اہم ذریعہ بنا، شاید کبھی علم بھی نہ ہوا ہو کہ اس کے اخلاق اور اخلاق کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا کتنا بڑا کام ہوا ہے۔ اس کے باوجود اللہ کی جانب سے اس کے لئے اجر کی توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صرف نیک نیتی سے کیا جانے والا ہر انسانی عمل محفوظ ہوجاتا ہے، بلکہ اس عمل کے جو اثرات بھی دنیا میں ہورہے ہوں، وہ صدقہ جاریہ کی صورت میں اس کے نامہ اعمال میں شمار ہوتے ہیں۔ ○○

مفتی منیب الرحمٰن

ہمارے جسم وجاں کا مالک کون ہے؟

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہمارے جسم و جاں کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اُسی نے اسے پیدا کیا، وہی اسے فنا کرے گا اور آخرت میں دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے گا، قرآن کریم میں ہے: ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور (آخرت میں) اسی سے تمہیں دوبارہ (زندہ کرکے) نکالیں گے۔'' (طٰہٰ:۵۵)

نیز فرمایا: ''بھلا بتاؤ کہ تم جو نطفہ (رحم میں) گراتے ہو، کیا اُس سے (انسان کی) تخلیق تم کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں، ہم ہی نے تمہارے درمیان موت) کا وقت) مقدر فرمادیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں کہ تمہارے بدلے میں تم جیسے اور پیدا کردیں اور تمہیں ازسرنو پیدا کردیں جس کو تم بالکل نہیں جانتے اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو تو کیوں سبق حاصل نہیں کرتے، (الواقعہ:۵۸-۶۲)

ان آیات میں تین حقیقتوں کا بیان ہے: یہ کہ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے، وہی اسے فنا کرے گا اور پھر قیامت قائم ہونے پر دوبارہ اسے زندہ کرکے اٹھائے گا۔ گزشتہ امتوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب انسان نے زمین پر طاقت پکڑلی اور اقتدار حاصل کیا تو سب سے پہلے وہ اپنے خالق کو بھلا بیٹھا اور خدائی دعوے کرنے لگا، نیز اسی دنیوی زندگی کو ابدی اور دائمی سمجھنے لگا یا موت کو فنائے کل سمجھ بیٹھا، قرآن کریم میں ہے:

(۱) ''اور کافروں نے کہا: جب ہم ہڈیاں ہوجائیں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھایا جائے گا، آپ کہئے: تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہو تو عنقریب وہ کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا، آپ کہئے! وہی (خالق) جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اس پر وہ (تمسخر کے انداز میں) آپ کی طرف سر ہلائیں گے اور کہیں گے، تو یہ کب ہوگا، آپ کہئے: عجب نہیں کہ وہ قریب آپہنچا ہو، جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم دنیا میں تھوڑی ہی مدت ٹھہرے تھے، (بنی اسرائیل:۴۹-۵۲)

(۲) ''پس رہے عاد تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے، کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے، وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے۔'' (حم السجدہ-۱۵)

نیز فرمایا: ''اس زمین پر جو کوئی بھی ہے، (اپنے مقررہ وقت پر) فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔ (الرحمٰن:۲۶-۲۷)

سو انسانی جان اللہ کی مخلوق اور اسی کی ملک ہے، انسان کو اپنی جان پر مالکانہ تصرف کا حق حاصل نہیں ہے، وہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرسکتا ہے، وہ اسے تلف کرنے کا بھی مجاز نہیں ہے، یہ اختیار صرف اور صرف حقیقی خالق و مالک کا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا: (۱) اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (البقرۃ:۱۹۵) (۲) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ (النساء:۲۹) اگر کوئی شخص کسی دوسرے انسان کو بھی قتل کرتا ہے تو قرآن نے اُسے قتل نفس سے تعبیر فرمایا، کیونکہ بے قصور انسانی جان کی حفاظت انسانیت کا اجتماعی قتل ہے، اسی لئے قرآن کریم نے

ایک بے قصور انسانی جان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل سے اور ایک بے قصور انسانی جان کے تحفظ کو پوری انسانیت کی بقا سے تعبیر فرمایا ہے، ارشاد ہوا:

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر فرض کردیا کہ جس شخص نے قصاص کے بغیر یا زمین میں فساد پھیلانے (کے جرم کے بغیر) کسی (بے قصور) شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی (بے قصور) شخص کی جان بچالی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔ (المائدہ:۳۲)

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خودکشی یعنی اپنی جان خود تلف کرنے کو حرام قرار دیا ہے، حدیث پاک میں ہے: (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے آپ کو آہنی ہتھیار سے قتل کیا، وہ ہتھیار اس کے ہاتھوں میں ہوگا، وہ نارجہنم میں ہمیشہ رہے گا اور وہ ہتھیار اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا، جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کیا، تو وہ نارجہنم میں ہمیشہ رہے گا اور زہر پیتا رہے گا، جس نے کسی پہاڑ (یا بلند جگہ) سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو وہ نارجہنم میں ہمیشہ رہے گا اور (جہنم کی گہرائیوں میں) لڑھکتا چلا جائے گا۔ (صحیح مسلم:۱۰۹)

(۲) ''حضرت جابر ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ کے ساتھ حضرت طفیل بن عمرو دوسی اور اُن کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی، اس شخص کو مدینے کی آب وہوا راس نہ آئی، سو وہ بیمار ہوگیا اور فریاد کرنے لگا۔ پس (تکلیف سے بے قابو ہوکر) اس نے چوڑے پھل کا ایک تیر لیا اور اپنی انگلیوں کو جوڑوں سے کاٹ دیا، پس اس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ (کثرت سے خون بہنے کے سبب) فوت ہوگیا۔ پھر اسے طفیل بن عمرو نے اپنے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا، انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں پر ڈاٹا بندھا ہوا ہے۔ طفیل نے اس سے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس نے جواب دیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی برکت سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے ہاتھوں پر ڈاٹا بندھا ہوا دیکھ رہا ہوں، اس نے جواب دیا: مجھے فرمایا گیا: جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے، ہم ہرگز اسے درست نہیں کریں گے، پھر جب طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کی خطا کو بھی بخش دے۔ (صحیح مسلم:۱۱۶)

صحابہ کرام کی بخشش کے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، آج جو لوگ خودکشی کو دکھوں کا مداوا سمجھتے ہیں، وہ ذرا سوچیں کہ آخرت کا دائمی عذاب بھگتنا آسان ہے یا دنیا کی مصیبت یا مشقت جس سے نجات کے لئے وہ اپنے آپ کو خودکشی پر آمادہ کرتا ہے۔

قرآن و حدیث کی ان واضح تعلیمات کی روشنی میں کیا بندے کو یہ نعرہ زیب دیتا ہے: ''میرا جسم، میری مرضی'' مرضی تو مالک کی چلتی ہے، آپ خود اپنے خالق تو نہیں ہیں، پس اللہ کی تخلیق میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف کرنے کا اختیار

''حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں: میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ (نابینا صحابی) عبداللہ بن اُمِ مکتوم آپ کے پاس داخل ہوئے اور یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ نابینا ہیں، نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، کیا تم دونوں اُسے دیکھ نہیں سکتیں۔ (سنن ترمذی:۲۷۷۸)۔

آپ کو کس نے دیا، کیا یہ اللہ کی ذات سے صریح بغاوت نہیں ہے، کیا اسلام کے نام پر قائم ریاست میں اسلام کے نام لیواؤں کو ایسے نعرے بلند کرنے کی کھلی آزادی ملنی چاہئے: ''حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں۔''

شرعی حجاب کو رد کرنے کے لئے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ یہ نعرہ لگایا جاتا ہے: ''نظریں تمہاری گندی اور پردہ میں کروں'' اگر اُن میں قبول حق کی ادنیٰ سی رمق بھی باقی ہے تو اس حدیث سے سبق حاصل کریں:

''حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں: میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ (نابینا صحابی) عبداللہ بن اُمِّ مکتوم آپ کے پاس داخل ہوئے اور یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ نابینا ہیں، نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، کیا تم دونوں اُسے دیکھ نہیں سکتیں۔ (سنن ترمذی: ۲۷۷۸)۔

اس حدیث مبارک سے واضح ہوا کہ غیر محرم کو دیکھنے سے صرف مرد پر پردہ لازم نہیں ہے، عورت پر بھی لازم ہے، مقام غور ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں تو کسی برے خیال کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، لیکن احکام شریعت کا اطلاق اُن پر بھی یکساں ہوتا ہے، حدیث پاک میں ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ابن آدم پر اُس کے حصے کا زنا لکھ دیا ہے، وہ لازمی طور پر اُسے پائے گا، پس آنکھ کا زنا (بری نیت سے غیر محرم کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا (جنسی لذت کی) باتیں کرنا ہے اور نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس سب کی تصدیق کرتی ہے اور جھٹلاتی ہے۔ (بخاری: ۶۲۴۳)

یعنی یا تو انسان بے حیائی کی ان حرکتوں سے گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اگر کسی مرحلے میں توفیق باری تعالیٰ شامل ہوجائے تو بچ جاتا ہے، حدیث پاک میں ہے: (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص پر اپنی رحمت کا خصوصی سایا فرمائے گا) جسے کسی اعلیٰ سماجی حیثیت والی عورت نے دعوتِ گناہ دی، تو وہ یہ کہہ کر رک گیا: ''مجھے اللہ کا خوف ہے۔'' (بخاری: ۶۶۰)

حدیث پاک میں ہے:

''حضرت ثمامہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت اُمّ خلاد نقاب پہنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، وہ اپنے شہید بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی تھیں، اُن سے کسی صحابی نے کہا: آپ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہیں اور نقاب پہنے ہوئے ہیں، اُمّ خلاد نے جواب دیا: اگرچہ میں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا ہے، لیکن میں اپنی حیا کو نہیں کھوؤں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بیٹے کے لئے دو شہیدوں کے برابر اجر ہے، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۸۸) شارحین نے لکھا ہے: ''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مطلق کافر کے ہاتھوں قتل ہونے کے مقابلے میں اہل کتاب کے ہاتھوں قتل ہونے کا اجر زیادہ ہے۔''

کاش کہ آج کی آزاد منش مسلمان عورتیں حضرت اُمّ خلاد کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔ الغرض مسلمان کے جسم و روح پر اللہ کا حکم ہی نافذ ہوگا تو فحاشی و عریانی کی اللہ کے قانون میں ہرگز اجازت نہیں ہے اور بے حجابی اور بے حیائی بھی اس کے حکم سے صریح بغاوت ہے، ارشاد فرمایا: ''بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے ہوں۔'' (الانعام: ۱۵۱) نیز بے حیائی اور بے غیرتی کے آخری درجے کی بابت فرمایا: ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک یہ بے حیائی (کی انتہا) ہے اور برا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۲)

○○○

جاوید اختر بھارتی

کورونا وائرس بیماری ہے یا عذاب الٰہی ہے!

انسانوں کے جو بھی مسائل ہیں چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک طرف مذہب اسلام نے اس کا سب سے بہتر حل پیش کیا ہے تو دوسری طرف حل تلاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دل و دماغ عطا فرمایا ہے جہاں تک مسلمانوں کا مسئلہ ہے تو احکام خداوندی اور فرمان نبوی پر عمل کے بغیر کسی بھی شعبے میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اسلام کی تعلیمات نے لوگوں کو رب کی بندگی کرنے اور انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ و رسول کی غلامی کا بیش قیمتی طریقہ بتایا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہونا دونوں جہاں میں سرخروئی و کامیابی کی ضمانت ہے اور جو لوگ اس پر عمل پیرا ہیں وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہیں آج دنیا کی حرص اور ایک دوسرے پر دنیاوی سبقت حاصل کرنے کی دوڑ میں ہم اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول سے بہت دور ہو چکے ہیں اور دنیاوی کامیابی کو ہم نے اصل کامیاب سمجھ لیا ہے جب کہ دین کی خدمت کو چھوڑ کر، اسلام کی تعلیمات سے دور رہ کر ہم کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتے یہ بات ہمیں ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے اور یہ کامیابی ہمیں دعوت و تبلیغ اور قرآن و حدیث کے مطابق عمل کے بغیر نہیں ہوسکتی سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، عالم اسلام اور عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ تھی، مشعل راہ ہے اور مشعل راہ رہے گی، راہ نجات تھی، راہ نجات ہے اور راہ نجات رہے گی۔ آج ہمارے اوپر پوری دنیا میں عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور ذلت و رسوائی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور دنیا کی ہر قوم میں مسلمانوں کو بدنام کرنے اور مذہب اسلام کی شبیہ کو بگاڑنے پر تلی ہوئی ہیں اور ہم ہیں کہ رب کے قرآن و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے دور ہو کر قوم اغیار کا تعاون کر رہے ہیں اور اپنی تاریخ کو بھلا کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معجزات کا انتظار کر رہے ہیں آج کے ساڑھے چودہ سو سال قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وہ زمانہ آئے گا کہ جب دنیا کی ساری قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی تو صحابہ کرام نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ کیا اس وقت ہم بہت تھوڑے ہوں گے تو رسول کائنات نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تعداد تو سمندر کے جھاگ کے مانند ہوگی کثیر تعداد میں مسلمان ہوں گے لیکن ان کا ایمان بہت کمزور ہوگا، اللہ و رسول سے رشتہ بہت کمزور ہوگا اب آج کے حالات پر غور کیا جائے اور اپنا محاسبہ کیا جائے تو ساری تصویر صاف ہوجاتی ہے آج سارا بگاڑ، ساری خرافات، ساری برائیاں، شکوہ شکایت، گالی گلوج، غیبت و چغلی، شراب نوشی، جوا، زنا کاری سب کچھ مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے یہاں تک کہ دینی کاموں میں بھی ہم نے نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے کے لئے خود اپنے ہی ذریعے اس کی شکل بگاڑ دی ہے شادی بیاہ کا یہ حال ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان کہیں آتش بازی ہوتی ہے معلوم ہوجاتا ہے کہ آج کسی مسلمان کے گھر شادی ہے بارات کی آمد ہوئی ہے اور بعد نماز مغرب سے عشا یا کچھ اور دیر بعد پٹاخے پھوٹنے کی آواز آتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ آج کسی مسلمان کے گھر دلہن کی آمد ہوئی ہے۔ یہ حال ہے آج

کے مسلمانوں کا محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ نکاح، شادی بیاہ اتنا آسان کرو کہ زنا مشکل ہوجائے لیکن افسوس اُمت نے شادی بیاہ اتنا مہنگا اور اتنا مشکل کردیا کہ زنا آسان ہوگیا ناجائز تعلقات کی بنیاد پر لڑکے اور لڑکیوں کا موبائل فون پر گھنٹوں گھنٹوں بات چیت کرنا آسان ہوگیا اور معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا اور اب کسی کو نصیحت کرنا بھی مشکل ہوگیا اصلاح معاشرہ پر مبنی تحریک تقریر و تحریر تک محدود ہوکر رہ گئی، جلسوں کا انعقاد بھی اتنا خرچیلا ہوگیا کہ بس شوپیس بن کر رہ گیا لوگ اتنا ہی اثر لیتے ہیں کہ جلسہ ہونا چاہئے اور جلسہ سننا چاہئے۔ بس اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں آج قوم مسلم کا حال تو یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ بھی قوم مسلم کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا آج ہمارے ملک میں این آر سی، سی اے اے کا معاملہ چل رہا ہے بالکل اس کے خلاف پرامن طریقے سے احتجاج ہونا چاہئے اور ملک میں امن وسلامتی کے لئے دعاؤں کا بھی اہتمام ہونا چاہئے لیکن دین سے دوری بنا کر تو کوئی بھی قدم کارآمد ثابت نہیں ہوسکتا۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ مکہ والوں نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی شہریت چھینی تھی تین سال تک ایک گھاٹی میں تھے پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و تبلیغ کا کام بند نہیں کیا دعا بھی فرماتے رہے اور دعوت تبلیغ بھی کرتے رہے اس کے عوض اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو فرمان رسالت کے سانچے میں ڈھال کر جلیل الشان وجلیل القدر صحابی کا مقام حاصل کیا جن سے مذہب اسلام کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور مستحکم ہوتی چلی گئیں اس طرح مذہب اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا اپنے ملک میں دامن پسارے ہوئے تمام مسائل کا حل اسلام نے پیش کردیا ہے حکمت، سیاست، قیادت، حکومت سب طریقہ اسلام نے بتایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نمونہ پیش کیا ہے اور صحابہ کرام نے بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا اور کامیاب رہے ہم بھی اسی پر محنت کریں گے اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول پر عمل کریں گے تو اللہ کی رحمت ضرور نازل ہوگی محنت اور جدوجہد اور دین پر عمل سے دور رہ کر صرف دعا کریں گے تو اس سے بھی مدد حاصل نہیں ہوگی ہمیں کھانے پینے والی سنتیں تو معلوم رہتی ہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول کو کھجور بہت پسند تھی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کھجور کے بازار میں چلتے چلتے اللہ کے رسول نے ایک کھجور فروخت کرنے والے کے کھجور میں ہاتھ ڈال دیا اور نکالا تو فرمایا کہ جو تجارت میں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے، ہمیں یہ معلوم ہے کہ دعوت کھانا سنت ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ ایک پڑوسی بھر پیٹ کھانا کھا کر سوجائے اور دوسرا پڑوسی بھوکا رہ جائے تو بھر پیٹ کھا کر سونے والا مومن نہیں غرضیکہ اسلام دین فطرت ہے اسی وجہ سے اس کی

جانور تو اگر غلطی بھی کرے تو جانور ہے اسے بہت سی چیزوں کا شعور نہیں ہے لیکن انسان کو تو سوچنے سمجھنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت اللہ نے عطا فرمائی ہے پھر بھی انسان کی حالت یہ ہے کہ دین کی خلاف ورزی کرتا ہے، سماج معاشرہ وسوسائٹی کی خلاف ورزی کرتا ہے، پڑوسیوں سے بغض وحسد رکھتا ہے جب کہ پڑوسیوں کے مقام ومرتبہ اور حقوق سے متعلق احادیث کی کتابوں میں یہاں تک ملتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ خدشہ ہونے لگتا کہ کہیں ہماری جائیداد میں پڑوسیوں کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دار نہ بنادیں۔

ہر بات فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہوا کرتی ہے مذہب اسلام کی تصویر کو بہتر طریقے سے پیش کرنا چاہئے کیونکہ دین اسلام پہلے ایک اچھا انسان دیکھنا چاہتا ہے تب مسلمان کیونکہ ایک اچھا انسان ہی سچا مسلمان ہوسکتا ہے جس کے اندر انسانیت نہیں ہوگی وہ اچھا اور سچا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا اس لئے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم نے انسان ہونے کا، اشراف المخلوقات ہونے کا اور مسلمان ہونے کا کتنا حق ادا کیا ساری بیماریوں کے لئے جانوروں کو موردِ الزام ٹھہرا دینا مسئلے کا حل نہیں ہے ایک جانور دوسرے جانور کا گھر نہیں جلاتا ایک جانور انسان کی بولی نہیں بولتا لیکن ایک انسان جانور کی بولی بولنے لگتا ہے، ایک انسان دوسرے انسان کا گھر جلاتا ہے، خود انسان دوسرے انسان کو آگ کے حوالے بھی کردیتا ہے ذرّہ برابر اسے احساس نہیں ہوتا کہ یہ ظلم کی انتہا ہے جہاں تک کھانے پینے کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا شعور دیا ہے کہ کیا کھانا ہے اور کیا پینا ہے لیکن انسان ہوکر بھی وہ ساری چیزیں کھانے پینے لگا جنہیں دیکھ کر خود آنکھ، کان، دل، اور دماغ بھی کھانے کی اجازت نہیں دیتا اس طرح انسانوں نے جہاں قانون قدرت کی خلاف ورزی کی وہیں خود اپنے جسم کے اعضاء کے ساتھ بھی ناانصافی کی ہے اور اپنی طبیعت کے مطابق ایسا ایسا فیصلہ کرنے لگا کہ ساری حدوں کو پار کرگیا اور آج نتیجہ سامنے ہے۔

جانور تو اگر غلطی بھی کرے تو جانور ہے اسے بہت سی چیزوں کا شعور نہیں ہے لیکن انسان کو تو سوچنے سمجھنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت اللہ نے عطا فرمائی ہے پھر بھی انسان کی حالت یہ ہے کہ دین کی خلاف ورزی کرتا ہے، سماج معاشرہ وسوسائٹی کی خلاف ورزی کرتا ہے، پڑوسیوں سے بغض وحسد رکھتا ہے جب کہ پڑوسیوں کے مقام و مرتبہ اور حقوق سے متعلق احادیث کی کتابوں میں یہاں تک ملتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسیوں کے حقوق اوران کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ خدشہ ہونے لگتا کہ کہیں ہماری جائیداد میں پڑوسیوں کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دار نہ بنادیں اتنا اونچا مقام ہے پڑوسیوں کا لیکن آج کے انسانوں کا حال یہ ہے کہ پڑوس کی بہن بیٹیوں کی عزت تک پڑوسیوں کی وجہ سے خطرے میں ہے اگر کچھ اختیارات مل جائیں تو اس کا اتنا ناجائز استعمال کرتا ہے کہ وہ بھول ہی جاتا ہے کہ مظلوم کی دعا کبھی ٹالی نہیں جاتی اور ظلم کی ٹہنی ہمیشہ نہیں پھلتی آج چین سے جو کورونا وائرس بیماری کا آغاز ہوا وہ خود چین کے لوگوں کو احساس کرانے لگا کہ شاید مظلوموں کی دعائیں آسمان تک پہنچ گئیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ایک مظلوم بندے اور اللہ رب العالمین کے مابین کوئی پردہ نہیں ہوتا بلکہ جب ایک مظلوم کے دل سے آہ نکلتی ہے تو ساتوں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور مظلوم کی آہ عرش اعظم سے ٹکراتی ہے کل تک جو لوگ اذان، نماز، اسلامی تعلیمات پر پابندی لگاتے تھے آج وہ غیر مسلم ہوکر بھی مسلمانوں سے نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی اپیل کررہے ہیں اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ کورونا وائرس صرف ایک بیماری نہیں بلکہ یہ عذاب الٰہی ہے اس میں جو یعنی اناج کے ساتھ گھن بھی پس سکتا ہے تو گویا آج پوری دنیا کے حالات جہاں انسانوں کے لئے تو وہیں بالخصوص مسلمانوں کے لئے سبق آموز ہیں، درس عبرت ہیں چین سے اٹھنے والی یہ بیماری دنیا بھر میں پھیلتی جارہی ہے یہاں تک کہ کثیر تعداد میں لوگ زیارت حرمین شریفین سے محروم ہوگئے مسلمانوں کو اب تو احساس ہونا چاہئے کہ ہمیں اپنا اجتماعی وانفرادی محاسبہ کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اقوام کی طرح امت محمدیہ کو عذاب کے ذریعے نہ مٹانے کا اپنے حبیب سے وعدہ کیا ہے تو ساتھ ہی متنبہ کیا ہے کہ اے میرے محبوب جب تمہاری قوم بہت زیادہ بگڑ جائے گی تو میں چھوٹے چھوٹے عذاب کے جھٹکے ضرور دوں گا تاکہ تمہاری امت راہ راست پر آجائے۔

OOO

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : قبرستان کے درخت فروخت کر کے ان کی قیمت کو کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

ج : اگر قبرستان عمومی نہیں، کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کی ملکیت میں ہے، تو درختوں کی رقم کی ملکیت اس خاندان یا شخص کی ہے، وہ اس رقم کو کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں بھی لگا سکتے ہیں لیکن اگر قبرستان عمومی اور تمام مسلمانوں کے لئے وقف ہو تو یہ رقم مسجد یا مدرسہ میں تبھی لگا سکتے ہیں جب خود قبرستان کو فی الحال اس رقم کی ضرورت نہ ہو نہ مستقبل قریب میں ضرورت پڑ سکتی ہو۔ (فتاویٰ قاضی خان علی الہامش الہندیہ: ۳/۳۱۱، والہندیہ-۲/۴۴۷، ۴۶۷)

س : قبرستان کے ہرے یا سوکھے درخت کاٹنا کیسا ہے؟ نیز کسی غریب یا لاوارث کی تدفین میں قبرستان کے درخت کاٹ کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج : ضرورت کے وقت قبرستان کے درختوں کو کاٹنا جائز ہے اور ان درختوں کی آمدنی کو قبرستان ہی کی ضروریات میں استعمال کرنا لازم ہے، غریب اور لاوارث کی تدفین بھی قبرستان کی ضروریات ہی میں سے سمجھی جاتی ہے، اس لئے مذکورہ رقم اس کام کے لئے بھی صرف کی جا سکتی ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی الہامش-۳/۳۱۱)

س : عورتیں اپنے قریبی اعزاء مثلاً باپ بھائی یا بیٹے کی قبر پر جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا بزرگوں کے مزارات پر جانا کیسا ہے؟

ج : عورتوں کا قبروں پر جانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ فطری طور پر کمزور ہوتی ہیں۔ اعزاء کی قبروں پر ان کو جانے دیا جائے تو اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ وہ اپنے پر قابو نہیں رکھ سکیں گی اور جذباتی ہو کر واویلا اور جزع نزع کرنے لگیں گی۔ بزرگوں کے مزارات پر بھی ان کا جانا درست نہیں ہے، اس لئے کہ وہاں بدعات بلکہ بعض اوقات شرکیہ امور انجام دیئے جاتے ہیں، اس لئے وہاں جانے کی قباحت اور زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عورتوں کو کسی بھی قبر پر جانے سے سختی سے منع کیا ہے، اور جانے والی عورتوں کو مستحق لعنت قرار دیا ہے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی سختی سے اس سے منع کیا ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ:۲/۱۸۲، شامی-۱/۶۶۵)

س : جن جانوروں کے شکار کی حکومت کی طرف سے پابندی ہے اگر کوئی خفیہ طور پر ان کا شکار کرے تو ان کا گوشت کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

ج : حکومت کی طرف سے پابندی لگانے سے کوئی جانور حرام نہیں ہو سکتا، لہٰذا حلال جانور کا شکار بہر حال حلال ہے، اور اس کا گوشت کھانا درست ہے، لیکن اگر حکومت کی گرفت میں آ گیا تو خود بھی پریشانی میں مبتلا ہوگا اور دوسرے متعلقین اور پوری امت کو شرمندگی کا سامنا ہوگا، اس لئے گرفت سے بچنے کا مکمل بندوبست کئے بغیر اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (کتاب النوازل:۱۴/۳۸۹)

س: آج کل جانوروں کو حاملہ کرانے کے لئے انجکشن کا طریقہ رائج ہو گیا ہے۔ کیا اس طریقہ سے جانور کو حاملہ کرایا جا سکتا ہے؟

ج : انجکشن سے جانور کو حاملہ کرانے کا طریقہ خلاف فطرت ہے اس سے بچنا چاہئے اور پہلے سے چلے آ رہے جفتی کے طریقہ کو اپنانا چاہئے، تاہم اگر انجکشن کے ذریعہ حاملہ کرا لیا گیا تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ حرام نہیں ہوگا اور اس جانور کا دودھ بھی حلال ہوگا۔ (کتاب النوازل:۱۴/۴۲۲)

س : جن مرغیوں اور جانوروں کو حرام غذائیں کھلا کر تیار کیا جاتا ہے تاکہ جلد بڑھوتری ہو جائے ان کا کھانا شرعاً کیسا ہے؟

ج : اگر ان جانوروں کی پرورش صرف حرام غذا سے کی جاتی ہے اور ان کو کوئی حلال غذا نہیں دی جاتی تو یہ حلالہ کے حکم میں ہیں، ان کو تبھی کھایا جا سکتا ہے جب مرغی کو تین دن بکری کو چار دن اور بھینس وغیرہ کو ۱۰ دن تک روک کر صرف حلال غذا کھلائی جائے ورنہ ان کا کھانا مکروہ ہوگا۔ (ہدایہ:۵/۴۹۰)

○○○

ادارہ

دنیا کا مشہور گلوکار کیسے بدل گیا؟

میں ایک مشہور گلوکار تھا لیکن جب مین نائٹ کلب کا مالک بن گیا تو پھر وہاں گانے گاتا، موغادیشو کے ہوٹل اور نائٹ کلب میری بکنگ کے لئے زیادہ سے زیادہ رقومات پیش کرتے۔ راتوں کو زندہ کرنے کے لئے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو مزید پاپولر بنانے کے لئے میں نت نئے ناٹک رچاتا۔ عریاں ڈانس، فحش مکالمات اور عشقیہ گیتوں کے ذریعہ پیسہ کمانا ہمارا مقصد حیات بن چکا تھا۔

جب یہ چیزیں میسر ہوں تو پھر شیطان خوب خوش ہوتا ہے۔ بگڑے ہوئے گھرانے، ان کی امیر لڑکیاں، اور لڑکے، شراب، نشہ، ہیروئن سب کچھ میسر تھا۔ رقص گاہیں ہماری وجہ سے آباد تھیں۔ شیطان کے اہداف حاصل کرنے کے لئے ہمارے اردگرد بدکار لوگوں کا ایک بڑا گروہ تھا ہم نے بھی اسلامی اقدار کو ختم کرنے اور شیطانی مجالس کو فروغ دینے میں ساری قوتیں صرف کردیں۔ ہم صرف نام کے مسلمان تھے۔ اسلامی روح کے بغیر ظاہری حد تک میں نے کتنے ہی یورپی ممالک کا سفر کیا۔ وہاں نائٹ کلبوں میں گاتا رہا، صومال کے آرٹ کو اجاگر کرتا رہا، مغرب کو خوش کرنے کے لئے کہ ہم ترقی پسند قوم ہیں میرے ایمان کا، اسلام کا اور اخلاق کا جنازہ نکلتا گیا مگر میری جیب بھرتی گئی۔

1983ء میں میرے والد نے اپنے ہی خاندان میں سے ایک لڑکی کا انتخاب کیا۔ خوب ہلا گلا ہوا۔ ٹیلی ویژن، اخبارات، ذرائع ابلاغ کے نمائندے جمع ہوئے۔ یقیناً یہ ایک یادگار شادی تھی۔ شادی کے دوران میں، میں نے یہ محسوس کیا کہ میری بیوی اتنی زیادہ خوش وخرم نہیں ہے جتنا کہ میرے جیسے معروف آدمی سے شادی کے بعد کسی لڑکی کو خوش اور فخر ہونا چاہئے۔ میں نے اس کو اس کی فطری حیا پر محمول کیا میں نے کئی مرتبہ دیکھا کہ جب صبح گھر آتا ہوں تو میری بیوی جاگ رہی ہوتی ہے اور عموماً اس کے ہاتھ میں قرآن پاک ہوتا جسے وہ پڑھ رہی ہوتی ہے۔ میں آکر اسے بڑے جوشیلے انداز میں اس رات کی کارکردگی سناتا۔ اپنے پرستاروں کی چاہت سے آگاہ کرتا۔ آج کتنی لڑکیوں اور لڑکوں کے فون آئے جو میرے فن کے شیدائی ہیں۔ میری بیوی ان باتوں کو ناگواری سے سنتی اور میرے لئے ہدایت کی دعا کرتی۔ اس دوران میں فجر کی اذان ہوجاتی اور وہ مصلے کی طرف بڑھ جاتی، جب کہ میں نماز پڑھے بغیر ہی سوجاتا۔ میں جب بھی اس سے نائٹ کلب کا ذکر کرتا، وہاں کی باتیں سناتا، اپنی کمائی کا ذکر کرتا۔ بینک بیلنس کا رعب جماتا تو وہ جواباً کہتی: ''رزاق تو صرف اللہ کی ذات ہے۔''

ہماری شادی کو پانچ سال گزر چکے تھے۔ میں مسلسل اپنے فن میں مبتلا اور فسق و فجور میں ڈوبا ہوا نماز اور عبادت کے بغیر زندگی گزارتا رہا، پھر اچانک ہماری زندگی میں ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ یہ 1988ء کی بات ہے، میری بیوی نے مجھ سے کہا: ''میں اس شخص کے ساتھ ہرگز زندگی نہیں گزار سکتی جو اپنے رب کا وفادار نہیں، جو نماز ادا نہیں کرتا اس کی کمائی حرام ہے جو فجر کے وقت گھر آتا ہے۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ میری بیوی میرے لئے ایسا سوچ سکتی ہے۔ بہرحال گھر میں لڑائی شروع ہوگئی۔ میں نے اس کی باتیں سنی ان سنی کردیں۔ کچھ دن گزرے، ایک دن جب میں گھر میں داخل ہوا تو فجر کی اذان ہورہی تھی۔ شہر کی مساجد میں اذانیں بلند ہورہی تھیں۔ ہر طرف اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ، حی علی الصلاۃ کی گونج تھی۔ جب سونے کے لئے اپنے کمرے میں جانے لگا تو میری بیوی نے کہا: آپ مسجد میں نماز کے لئے کیوں نہیں جاتے؟ کیا آپ نے اذان کی آواز نہیں سنی؟ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے مجھے نماز کے لئے کہا تھا۔ اس لمحے میں نے خود بھی نماز پڑھنے کے بارے میں سوچا،

میرے جسم میں جھرجھری سی آئی۔ بیوی کی آواز بار بار کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس وقت مسلمان مسجد کی طرف جارہے ہیں۔ آپ کیوں مسجد کا رخ نہیں کرتے؟ یہ رحمٰن کا بلاوا ہے۔ یہ مالک الملک کی طرف سے دعوت ہے اور پھر میرے ذہن میں خیر اور شر کی کشمکش ہوئی۔

فطرت کی آواز بلند ہوئی: تمہارا نام کتنا خوبصورت ہے عبداللہ، تم اللہ کے بندے ہو۔ مگر نہیں، تم تو شیطان کے چیلے بنے ہوئے ہو۔ کبھی تم نے اپنے مالک کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ تم کب تک زندہ رہو گے، کب تک زندگی رہے گی، کب تک جوانی رہے گی؟ میرے سامنے ماضی آ گیا، ضمیر نے ملامت شروع کی مگر فوراً کلب کی رعنائیاں، ٹیلی ویژن کی اسکرین، اسٹیج، شہرت، عزت، کیا میں بیوی کی بات مان لوں؟ یہ کام چھوڑ دوں؟ یہ مقام حاصل کرنے کے لئے میں نے بے حد محنت اور جدوجہد کی ہے۔ یہی سوچتے سوچتے میں حسب عادت سو گیا۔

شام کے وقت میں نے کپڑے تبدیل کئے۔ کلب جانے کے لئے تیاری کی۔ میری بیوی نے میرے کان میں سرگوشی کی، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ کہہ رہی تھی: ذرا بیٹھ جائیں۔ میری بات تو سنیں کیا ہمارا رازق اللہ نہیں ہے؟ حلال کا ایک لقمہ حرام کے ہزاروں لقموں سے بہتر ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ بیوی کی آواز، اس کی گفتگو، اس کے کلمات، یقیناً درست ہیں۔ ان میں صداقت ہے، یہ فطرت کی آواز ہے، مگر میرا فن، میری آواز، میری شہرت؟ میں تیزی سے بھاگا کہیں بیوی کی بات مان نہ لوں۔ راستے میں بیوی کے کلمات میرا پیچھا کررہے تھے کہ میں نائٹ کلب کے دروازے پر پہنچا۔ اس دوران عشاء کی نماز کا وقت ہوچکا تھا۔ میرے کانوں میں مؤذن کی خوبصورت اور دل میں اتر جانے والی آواز گونجی، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح۔ بیوی کی نصیحت یاد آئی، اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی۔ فسق وفجور اور کفر کے غبار کی تہہ بیٹھنے لگی، ایمان کی حرارت اور اسلام کی قوت زور دکھانے لگی اور پھر میرا رخ نائٹ کلب سے مسجد کی طرف ہوگیا۔ میں مسجد میں داخل ہوا، وضو کیا۔ جماعت ہورہی تھی، میں نے نماز ادا کی۔ بعض نمازیوں نے مجھے پہچان لیا۔ کوئی ہاتھ ملا رہا ہے، کوئی دور سے سلام کررہا ہے۔ ان کے چہروں پر مسکراہٹ اور میرا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے۔ الحمدللہ میں نے فطرت کو پالیا ہے۔ کسی نے مجھے صحیح بخاری کا نسخہ تحفے میں دیا۔

یہ اب میرے لئے متاع حیات تھی، میں اپنی نئی ماڈل کی قیمتی گاڑی میں سوار ہوا۔ اس کا رخ نائٹ کلب کے بجائے گھر کی طرف کیا۔ میری بیوی جو مجھے فجر کے وقت گھر آتے دیکھا کرتی تھی، آج عشاء کے بعد گھر میں دیکھ رہی تھی۔ بیوی کی طرف بڑھا۔ بیگم، تمہیں مبارک ہو، میں نے آج سے گانوں سے توبہ کرلیا ہے۔ میں نے فسق و فجور اور لہو ولعب کی زندگی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ میں نے سچی توبہ کرلی ہے۔ میں الحمدللہ تائب ہوگیا ہوں۔ پھر میں نے محسوس کیا گویا میں نے نئی زندگی کا آغاز کیا ہے سب سے پہلا کام وہ اسٹوڈیو، جس کا میں مالک تھا، جس میں گانے ریکارڈ کراتا تھا، جس میں دنیا بھر کی جدید مشینیں تھیں، جن کو دنیا کے کونے کونے سے جمع کرتا رہا تھا، میں نے اس اسٹوڈیو کو دعوت الی اللہ کے لئے وقف کردیا کہ اب یہاں قرآن پاک کی کیسٹیں، علمائے کرام کی تقاریر اور اسلامی ترانے ریکارڈ ہوں گے۔ میں نے قیمتی گاڑی فروخت کردی، خوبصورت محل نما کوٹھی فروخت کردی، میں ایک اوسط درجے کے مکان میں آ گیا۔ اب میرا وقت اپنے گھر میں گزرنے لگا۔

میری ایک ہی تمنا تھی، ایک ہی جستجو، میں حلقہ قرآن سے وابستہ ہوگیا، اب مجھے قرآن پاک حفظ کرنے کی خواہش تھی۔ 1990ء میں عبداللہ نے اپنے وطن کو چھوڑنے کا ارادہ کرلیا اور پھر وہ پہلی مرتبہ اس گھر کی زیارت کے لئے آیا جس کی زیارت اور جس کے گرد چکر لگانے کی تڑپ دنیا کے ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ وہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا، نیک بخت بیوی بھی ہمراہ تھی۔ عمرہ ادا کیا تو اس کے ایمان میں مزید اضافہ ہوگیا۔ مکہ مکرمہ میں بعض اہل خیر کو معلوم ہوا، وہ اس سے واقف تھے، اس کی سابقہ زندگی سے، اس کے ماضی سے اس کی اسلام پر پختگی سے، اور پھر انہوں نے عبداللہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اس کی تکریم کی، اس کی کفالت کی۔ کچھ

ہی عرصہ میں اس نے قرآن کے دس پارے حفظ کر لئے۔ اب وہ ایک مبلغ تھا عقیدہ کا، اسلام کا، قرآن کا، حدیث کا پھر وہ اس دوران میں کئی مرتبہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آیا۔ پھر اسکو اس بلد الحرام میں، مکہ مکرمہ میں، اس مبارک اور مقدس شہر کی مقدس مسجد میں بطور موذن موقع مل گیا۔

عبداللہ آج بھی مبلغ ہے۔ وہ موذن ہے اسلام کی آواز کا۔ وہ سعودی عرب میں ہو یا صومالیہ میں، ہر جگہ وہ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور نہ جانے کتنے ہی گنہگاروں اور خطا کاروں نے اس کے ہاتھ پر توبہ کی ہے اور اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق بنالی ہیں تاکہ وہ حقیقی سعادت سے بہرور ہوسکیں بالکل اسی طرح جس طرح عبداللہ سعادت حاصل کر چکا ہے۔ اللہ کے رسول کا فرمان بالکل حق ہے: "**الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المرلة الصالحة**۔" دنیا ایک پونجی (فائدہ کی چیز) ہے اور دنیا کے بہترین پونجی نیک بیوی ہے۔

○○○

بقیہ.....اسلام نے عورت کو عزت دی

اس کی تمام ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی۔ جس طرح مرد گھر کا حاکم ہے اسی طرح عورت بھی اپنے گھر کی ملکہ ہے۔ گھر میں جو عزت مرد کو حاصل ہے، وہی حیثیت عورت کو بھی حاصل ہے۔ تعلیم کے سلسلے میں حدیث شریف ہے کہ دینی تعلیم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے یعنی دونوں کو یکساں فرض قرار دیا گیا۔ اسی طرح نیک سیرت عورت جس کا شوہر اس سے راضی ہو اور اس نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا اور گھر کو جنت کا نمونہ بنایا، اسے جنت کی بشارت دی گئی۔

غرض یہ کہ عزت وشرف صرف اسلام ہی میں عورت کو حاصل ہے اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس سے عورت کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچایا۔ مگر افسوس عورت آج اپنے اسلام کو بھلا کر مغربی تہذیب کو اپنا کر بلندی سے پستی کی جانب رواں دواں ہے۔ مغربی معاشرہ اپنے آپ کو ماڈرن تہذیب کا علمبردار کہلاتے ہوئے عورت کی آزادی کا نعرہ بلند کرتا ہے مگر جب ہم مغربی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور اس کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ عورت کو مغربی معاشرے میں اذیتیں دی جاتی ہیں اور مردوں کے ظلم کا شکار رہتی ہے۔

عورت کو نائٹ کلب اور شراب خانوں میں برہنہ نچوایا جاتا ہے، جہاں فحاشہ بننے پر داد ملتی ہے، شادی کے بجائے گرل فرینڈ بنا کر ہوس پوری کی جاتی ہے اور عمر رسیدہ ہونے پر دھکے دے کر مرنے کے لئے اولڈ ہوم چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ حقوق نسواں کے علمبردار ترقی یافتہ، مہذب مغربی معاشرے میں عورت کی آزادی کا سفر جس کا اختتام نہایت بھیانک ہے۔ اس سب کے باوجود ان شور وغوغا مچانے والی عورتوں کو اعتراض ہے کہ اسلام نے انہیں حقوق نہیں دیئے، اپنی مرضی سے جینے کا حق نہیں دیا۔ ایک مسلمان عورت کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے۔ اسلام نے تمہارے جسم کو بھی تحفظ دیا ہے کہ ایک مسلمان عورت کو ہر مرد نہیں چھوسکتا۔ عورتوں کے حقوق کی عالمی تنظیم کے مطابق یورپ میں عورتوں کی بہ نسبت جانوروں سے زیادہ اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کتے کو سڑک پر کسی نے زخمی کر دیا وہ اس کی رپورٹ درج کروائے گا، لیکن اگر کوئی مرد اپنی عورت کو سرعام سڑک پر مارے تو اس کے لئے کوئی قانون حرکت میں نہیں آتا گویا مغربی معاشرے میں ایک جانور اور کتے کی حیثیت عورت سے زیادہ ہے۔

اسلام نے عورت کو عزت دی۔ دنیا کے کسی بھی مذاہب نے عورت کو وہ مقام نہیں دیا جو کہ اسلام نے دیا ہے آج یہود و نصاریٰ کی آلہ کار چند مخصوص خواتین میرا جسم میری مرضی کا نعرہ لگا کر پس پردہ مغربی ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔ ○

آخری صفحہ

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نورالاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

نبوی تعلیمات کو اپنانے سے ہی حالات بدلیں گے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے سب سے بڑے محسن، ہمدرد، غمگسار، غمخوار اور امن وشانتی اور الفت ومحبت کے پیکر تھے۔ آپ نے ہمیشہ اتحاد واتفاق امن وشانتی اور پریم و مانوتا اور انسانیت کے لئے کام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اور پوری زندگی کمزوروں اور مظلوموں کی خدمت اور حمایت کی اور انسانی سماج پر لوگوں نے رواجی بندھنوں اور خود ساختہ قوانین اور نظام کے جو بوجھ لاد رکھے تھے ان سے انسانیت کو آزاد کرانے کی کوشش کی، اور جو طبقے اس وقت مظلوم ومجبور تھے اور جور وستم کا شکار تھے آپ نے ان کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور ان کو سماجی بے رحمی سے نکالنے کی کوشش کی، کمزوروں اور مظلوموں کی مدد آپ کی فطرت مین تھی، آپ سراپا اور مجسم رحمت تھے آپ کی ذات سراپا رحمدلی اور انسانیت نوازی سے عبارت تھی۔ دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا بیگانے، دولت مند ہوں یا غریب طاقت ور ہوں یا کمزور ہر ایک کے لئے آپ پیکر رحمت تھے۔ ماحول اور معاشرہ خوشگوار اور شانت رہے امن و شانتی کا ماحول بنا رہے، قبیلوں اور شہر کے باشندوں میں لڑائی جھگڑا اور فساد و بلوی کا ماحول پیدا نہ ہونے پائے۔ طاقت والا اپنے سے کمزور کا حق نہ دبانے پائے اس کے لئے آپ ہمیشہ کوشاں اور فکر مند رہتے تھے۔ نبوت ملنے سے پہلے بھی آپ نے انسانیت اور مانوتا کے لئے مہم چلائی اور نبوت ملنے کے بعد بھی آپ نے اس کے لئے پورا زور اور پوری طاقت صرف کردیا۔ نبوت ملنے سے پہلے آپ نے عرب کے چند غیور، حق اور انصاف پسند نوجوانوں کے ساتھ مل کر ایک انجمن .....حلف الفضول..... کے نام سے تشکیل دی تھی تاکہ ایسے پریشان حال لوگوں کی مدد کی جاسکے اور ظالموں کے ہاتھ ظلم سے تھامے جاسکے، اس معاہدے اور پیکٹ میں شامل شرکاء نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم اور بے سہارا نظر آئے گا خواہ وہ کہیں کا رہنے والا ہو یہ سب اس کی مدد اور حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس کا حق دلوا کر رہیں گے اور بعد میں شرف رسالت سے مشرف ہونے کے بعد بھی آپ فرمایا کرتے تھے، میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں، اور اگر دور اسلام میں اس طرح کے عہد و پیمان کے لئے مجھے بلایا جاتا تو میں لبیک کہتا - (ملخص سیرت ابن ہشام) ایک موقع پر قریش اور اہل مکہ، خانہ کعبہ کی دیوار از سر نو تعمیر کر رہے تھے کیونکہ اس کی دیواریں خستگی کا شکار ہوچکیں تھیں اور اس پر چھت نہ ہونے کی وجہ سے کچھ چوروں نے اس کے اندر قیمتی اشیاء اور چیزیں چرا لئے تھے اور اتفاق سے اسی سال زوردار سیلاب بھی آیا تھا جس کے بہاو کا رخ خانہ کعبہ کی طرف تھا اس لئے بھی قریش مجبور ہوگئے کہ اس کا مرتبہ اور مقام باقی رکھنے کے لئے از سر نو اس کی تعمیر کریں۔ تعمیر کا کام شروع ہوا۔ تعمیر کے لئے الگ الگ ہر قبیلے کا حصہ مقرر تھا اور یہ طے ہوا کہ صرف حلال مال اور دولت ہی اس کی تعمیر میں لگے۔ تعمیر شروع ہوئی باقوم نامی ایک رومی معمار اس تعمیری کام کا نگراں تھا۔ جب عمارت حجر اسود تک بلند ہوچکی تو یہ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف اور امتیاز کسے حاصل ہو۔ یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کرگیا کہ معلوم ہوتا تھا سرزمین حرم میں سخت خون خرابہ ہوجائے گا لیکن ابو امیہ مخذومی نے یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت

پیدا کردی کہ مسجد حرام کے دروازے سے دوسرے دن جو سب سے پہلے داخل ہوا سے اپنے جھگڑے کا حکم اور پنچ و فیصل مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کرلی۔ اللہ کی مشیت دیکھئے کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ .. ھذا الامین رضیناہ ھذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ امین ہیں۔ ہم ان سے راضی ہیں یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پھر جب آپ ان کے قریب پہنچے اور انہوں نے آپ کو معاملے کی تفصیل بتائی تو آپ نے ایک چادر طلب کی بیچ میں حجر اسود رکھا اور متنازعہ قبائل کے سرداروں سے کہا آپ سب حضرات چادر کا کنارہ پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ ان سرداروں نے ایسا ہی کیا جب یہ چادر حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا یہ بہت معقول اور دانشمندانہ فیصلہ تھا۔ اس پر ساری قوم راضی ہوگئی گویا آپ نے اپنی حکمت و دانائی، سوجھ بوجھ، عقلمندی اور انسانیت نوازی سے اس بھڑکتے ہوئے شعلہ اور انگارہ کو خاکستر کردیا اور امن و شانتی اور صلح و محبت کی ایک خوشگوار فضا قائم کردی اور ماحول کو کشیدہ اور پراگندہ ہونے سے بچالیا اور ایسا کیوں نہ ہو خدائے وحدہ لاشریک نے تو آپ کو پوری جہان اور سنسار کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے: وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ غار حرا سے اپنی بیوی اور امت کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو کسی قدر پریشان تھے، گھبراہٹ اور ایک طرح کی بے چینی کی کیفیت طاری تھی، اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی زوجہ محترمہ تھیں اور آپ کے حالات و کیفیات اور آپ کی صبح و شام شب و روز اور اخلاق و عادات کا ان سے بڑھ کر کوئی واقف اور جانکار نہیں ہوسکتا تھا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج و مذاق کا جو عمدہ نقشہ کھینچا ہے، شاید اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ کے اخلاق کریمانہ کی نقشہ کشی نہ ہوسکے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: **..کلا و اللہ ما یخزیك اللہ ابدا انك لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق..** (بخاری کتاب بدء الوحی) ہرگز نہیں! خدا آپ کو رسوا نہیں کرے گا، آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لئے کماتے ہیں، یعنی ان کی پرورش کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور مشکل وقتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ غور کیجئے کہ یہ پانچوں اوصاف و خوبیاں انسانی ہمدردی، بے سہارا لوگوں کی کفالت اور خدمت خلق کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کو شامل اور محیط ہیں۔ اس میں حسن سلوک بھی ہے، بدنی تعاون اور مدد بھی ہے اور مالی نصرت اور اعانت بھی۔ اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کی روشنی میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے تو پوری حیات نبوی اس کا کامل اور بہترین نمونہ نظر آتی ہے اور اس واقعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر جو طبقات اس زمانہ میں دبے کچلے ہوئے تھے، جن لوگوں کے ساتھ سماجی ناانصافیاں اور غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا، ان کو اونچا اٹھانے کے لئے، جائز حق دلانے اور ان کے لئے انصاف حاصل کرنے کی سعی و کوشش ہمیشہ کرتے رہے۔ قارئین محترم! موجودہ عالمی اور ملکی حالات کے تناظر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس گوشے کو آج سب سے زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے اور پھر اس کی روشنی میں حالات کی اصلاح کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے سب سے زیادہ زور اور محنت سماجی اور فلاح انسانیت کے کاموں میں بلا فرق مذہب و مسلک کرنے کی ہے۔ تحریک پیام انسانیت اس میدان میں کام کررہی ہے اور اس کے مثبت اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم سب اس میں شامل ہوں اور اس کے دائرے کو اتنا وسیع کردیں کہ کوئی شہر تحصیل قصبہ گاؤں اور پرواا اس کام سے خالی نہ رہے ان شاء اللہ ہم اس کا فائدہ اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھیں گے۔ ○○